A KEY TO SUCCESS

لیڈر شپ

وہ کون سی اچھی عادات ہیں جو آپ اپنے اندر پیدا کر کے
کامیاب لیڈر بن سکتے ہیں

سہیل بابر

لیڈر شپ

سہیل بابر

سہیل بابر

رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز

نام کتاب	:	لیڈر شپ
مصنف	:	سہیل بابر
پراجیکٹ کوآرڈینیٹر	:	عادل حسین مغل
تعداد کتب	:	1000
موسمِ اشاعت	:	مئی 2016ء
مطبع	:	فیض الاسلام پرنٹرز

Rs.160.00

رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی Ph:051 - 5551519

اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی فون 051-5531610

فہرست

حرفِ آغاز

مسلمانانِ برصغیر کے لئے ایک آزاد اور خودمختار مملکت کی جدوجہد میں مسلم قائدین کے کردار کی اہمیت سے کون واقف نہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے انتقال سے نوزائیدہ مسلم ریاست میں قیادت کا جو بحران اُٹھ کھڑا ہوا، وہ وقت گزرنے کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا اور پاکستان کی حیثیت اُس بادبانی کشتی کی مانند ہوگئی جس کا کوئی ناخدا نہ ہو۔ قوموں کی ترقی میں جلیل القدر قائدین کی رہنمائی کامیابی کی کلید اور مشعلِ راہ کا درجہ رکھتی ہے۔

معاشرہ میں ایک خاندان کے سربراہ سے لے کر ایک بڑے ادارے میں قائد کو جدید دور کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کی روشنی میں کیا حکمت عملی اور لائحہ عمل وضع کرنا چاہیے، دوسروں کے لئے کیسا ''رول ماڈل'' ہونا چاہیئے اور اُنہیں کس طرح مِل جُل کر ایک مشترکہ نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں بامعنی اور مؤثر کردار ادا کرنے پر راغب کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے، اسٹیفن آر کووے کی مشہور زمانہ کتاب ''Principle Centred Leadership'' کی اردو تلخیص کا مطالعہ یقیناً اس سلسلہ میں مفید ثابت ہوگا۔

تعارف

دنیا میں عام طور پر قائد یا لیڈر کا تصور سیاست سے وابستہ ہے اور رہنما اُسے سمجھا جاتا ہے جو سیاست کے میدان میں ہمہ وقت مصروف رہے، سیاسی تحریکوں کی قیادت کرے اور اقتدار کے ایوانوں تک پہنچ جائے۔ کامیاب لیڈر اُسے کہا جاتا ہے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا حامی بنالے اور اُن کی حمایت سے اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوکر اپنے مدمقابل لوگوں کو شکست سے دو چار کرے۔ یہ قائد یا لیڈر کا ایک محدود سا تصور ہے کیونکہ لیڈرشپ محض سیاست تک محدود نہیں ہے۔ قائد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو حالات کا رُخ تبدیل کر کے لوگوں کو کامیابی کی منزل تک لے کر جائے۔ انسان اپنی ذاتی یا اجتماعی زندگی میں بھی اُسی وقت کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے جب اُس میں قائدانہ صلاحیتیں بدرجہء اتم پائی جاتی ہوں۔ ایسے لوگ اپنی خاندانی زندگی میں بھی کامیاب رہتے ہیں اور کاروباری زندگی میں بھی سرخرو ہوتے ہیں۔

ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے گوناں گوں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اُن خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے بروئے کار لایا جائے۔ ہر انسان میں ایک تخلیق کار، ایک تنظیم اور ایک رہنما موجود ہوتا ہے۔ ان تینوں خوبیوں میں سے کوئی ایک اُس کی شخصیت پر حاوی ہوتی ہے۔ حالات اور وقت اُسے کسی ایک حیثیت سے

زندگی گزارنے پر مجبور کردیتے ہیں۔لیکن اگر انسان ایک گھر کا سربراہ، دفتر کا منتظم اور ادارے کے ایگزیکٹو کے طور پر اپنی قائدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لے آئے تو یقینی طور پر کامیابی اُس کے قدم چومتی ہے۔

قائدانہ صلاحیت خدا دین نعمت ہے مگر یہ صرف سیاسی رہنماؤں کو ہی نہیں دی گئی۔بلاشبہ یہ نعمت سب انسانوں کو ودیعت کی گئی ہے۔مگر اس کو فعال بہت کم لوگ بناتے ہیں۔دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کی اکثریت خود کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتی ہے۔محض کچھ لوگ حالات کا مقابلہ اپنی عقل ودانش سے کرتے ہیں اور حالات کا رُخ اپنی مرضی کے مطابق موڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو لیڈرشپ اعلیٰ انسانی اقدار اور فطری اصولوں پر مبنی ہوتی ہے اُس کی کامیابیاں بھی مستقل اور دیرپا ہوتی ہیں۔

کسی بھی میدان میں کامیابی کے حصول کا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے۔لیکن انسانوں کی اکثریت ترقی کیلئے کے لئے راتوں رات کامیابی حاصل کرنے کی متمنی ہوتی ہے مگر یہ ایک بتدریج عمل ہے اور جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔انسان معاشرتی مخلوق ہے اور اپنے ہم جنسوں سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔وہ خاندان میں پیدا ہوتا ہے، اسکول میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر روزگار کے سلسلہ میں اداروں سے وابستہ ہو جاتا ہے۔اس کا تمام کام دوسروں کے ساتھ مسلسل اشتراک کا رہینِ منت ہے۔اگر ہم دوسرے لوگوں کے ساتھ باہمی تعلقات کے اصولوں کو سمجھنے اور اُن پر عمل پیرا ہونے میں ناکام ہو جائیں تو ہماری ترقی رک جاتی ہے یا پھر یہ عمل سست روی کا شکار ہو جاتا ہے۔اس لئے یہ ضروری ہے کہ ایک کامیاب انسان ایک رہنما کے طور پر آگے بڑھے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلے۔ذاتی کامیابی سے بڑھ کر ادارے اور قوم کی کامیابی ہے۔

کامیاب قائد کی خوبیاں

کامیاب اصول پسند لیڈروں میں عام طور پر آٹھ خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ خصوصیات نہ صرف ان قائدین کا کردار متعین کرتی ہیں بلکہ دیگر لوگوں کی ترقی کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں۔ یہ خوبیاں درج ذیل ہیں۔

(1) مسلسل حصولِ تعلیم:

ایک کامیاب رہنما زندگی بھر سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے اور مسلسل علم و آگہی کے حصول میں مگن رہتا ہے اور دنیا میں ہونے والی تازہ ترین تحقیق اور دوسروں کے تجربات سے مستفید ہونے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔اس مقصد کے لئے وہ اپنی آنکھیں اور کانوں کا بھرپور استعمال کرتا ہے۔اُسے سوال کرنے میں کوئی عار نہیں ہوتی، وہ متجسس ہوتا ہے، اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرتا ہے اور اپنے علم کا دائرہ مشاہدات اور تجربات کے ذریعہ وسیع کرتا چلا جاتا ہے۔ نئی مہارتیں اور نیا ہُنر حاصل کرنے کے لئے سرگرم رہتا ہے۔ جب اس کے علم و آگہی کا دائرہ وسیع ہوتا ہے تو اس کو اپنی جہالت اور کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے اور وہ پھر سیکھنے کے عمل میں مصروف ہو جاتا ہے اور خود ترغیبی کے نتیجے میں اس کی توانائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(2) خدمت کے جذبہ سے سرشار:

جو انسان قائد بننے کی لگن رکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو دوسرے کے لئے وقف کرنا چاہتے ہیں وہ ابتداء سے ہی خدمتِ خلق کے لئے کمربستہ رہتے ہیں۔ان کے دن کا آغاز دوسرے کے لئے فکر کرنے سے ہوتا ہے۔ ایثاروقربانی ان کی نمایاں خوبی ہوتی ہے۔ایسے لوگ روزانہ خود کو دوسروں کے کام آنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ جو کام اُن کے سپرد کیا جائے وہ پوری توجہ اور جانفشانی سے کرتے ہیں۔دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع دیتے ہیں۔دوسروں کے کام آنے کے لئے روزمرہ کی زندگی میں بہت سے میدان ہوتے ہیں۔اس کے لئے ضروری نہیں کہ آپ خدمت خلق کے لئے کوئی فلاحی تنظیم بنائیں۔ انسان یہ کام اپنے دفتر، گھر، کاروباری ادارے میں دوسروں کی مدد کرکے بھی کرسکتا ہے۔اگر ہم میں احساس ذمہ داری نہیں،خدمت خلق کا جذبہ نہیں تو پھر ہم زندگی میں جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں وہ ایک لاحاصل سعی ہوگی۔

(3) مثبت سوچ:

قائدین کی نمایاں خوبیاں زندہ دلی، مثبت رویہ، خندہ پیشانی اور خوش مزاجی ہوتی ہیں۔ اُن کا رویہ حوصلہ افزاء اور پُرامید ہوتا ہے۔وہ ہمیشہ تصویر کا روشن پہلو دیکھتے ہیں۔ ناامیدی، مایوسی اور حوصلہ شکنی اُن کے قریب سے بھی چھو کر نہیں گزرتی۔ ان کا جذبہ بلند حوصلگی، پرجوش اور عزم سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ مثبت سوچ اُن کے اردگرد کے ماحول پر بھی حاوی رہتی ہے اور اُن کے قریب لوگوں کی سوچوں پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔ مثبت سوچ کے حامل یہ لوگ جب منفی سوچ رکھنے والے

انسانوں سے ملتے جلتے ہیں تو ان کی منفی سوچ اور روّیے کو بھی بے اثر بنا دیتے ہیں اور بسا اوقات وہ خود کو منفی سوچ کے حامل افراد سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ ان کی عقل اور شعور انہیں زہریلے اور منفی اثرات سے بچا لیتے ہیں۔ مثبت سوچ کے ذریعہ پریشان ہونے یا تصادم کی راہ اپنانے کے بجائے ایک امن پسند اور صلح جُو کا کردار ادا کیا جائے تو منفی سوچ کے حامل افراد کی تباہ کاریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

(4) انسانوں پر اعتماد:

دوسروں کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت سے آراستہ لوگ دوسروں کے غلط روّیوں کو نظر انداز کر کے خوش دلی سے معاف کرنے پر یقین رکھتے ہیں وہ دوسروں کی خامیوں سے آگاہ ہوتے ہیں لیکن منفی رویوں اور تنقید سے گھبراتے نہیں ہیں اور نہ ہی کینہ اور بغض رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں کے بارے میں پہلے سے کوئی غلط رائے قائم نہیں کر لیتے بلکہ وہ اُن کے ان دیکھے جوہر پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ بیج میں درخت دیکھنے اور بیج کے درخت بننے کے مراحل سے بخوبی آشنا ہوتے ہیں اور ان مراحل میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کے بُرے نام نہیں رکھتے اور نہ کبھی منفی لقب سے پکارتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ نظر آنے والی ٹھوس شے پر ہی یقین کیا جاتا ہے لیکن ہمیں غیر مرئی اور نظر نہ آنے والی خوبیوں اور صلاحیتوں پر یقین رکھنا چاہئے۔

(5) متوازن زندگی:

دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بننے والے انسان سماجی طور پر فعال زندگی گزارتے ہیں۔ وہ اچھی کتابیں پڑھتے ہیں، اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں اور گرد و پیش

کے واقعات وحالات سے باخبر ہوتے ہیں۔ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر فعال ہوتے ہیں اور بہت سی دلچسپیاں رکھتے ہیں۔ گہرا مشاہدہ کرتے ہیں اور نت نئی باتیں سیکھتے ہیں۔ زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ وہ خود پر ہنس سکتے ہیں مگر دوسروں کا مذاق نہیں اُڑاتے۔ وہ اپنی قدروقیمت سے آگاہ ہوتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال، حوصلے، جرأت اور خودداری سے کرتے ہیں مگر وہ ڈینگیں نہیں مارتے۔ وہ اپنے کارنامے سنا کر یا اپنی وابستگیوں کا اظہار کر کے دوسروں پر رعب نہیں جماتے۔ وہ اپنے موقف کا اظہار دوٹوک انداز میں کرتے ہیں اور مبالغہ آرائی سے گریز کرتے ہوئے حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ انتہاپسندی کے بجائے اعتدال کا راستہ اپناتے ہیں لیکن بہادری کے ساتھ برائی کی مذمت کرتے ہیں اور اچھائی کا ساتھ دیتے ہیں۔ وہ سازشوں اور جوڑتوڑ کے ذریعہ اپنے کام نہیں نکالتے۔ وہ خلوص دل کے ساتھ دوسروں کی کامیابیوں پر خوش ہوتے ہیں اور یہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ کسی محرومی کا شکار ہو گئے ہیں۔

(6) زندگی جہد مسلسل:

ایسے لوگوں کے لئے زندگی مسلسل جدوجہد سے عبارت ہوتی ہے۔ وہ بہادر مہم جوؤں کی طرح ہوتے ہیں جو انجانی راہوں پر جانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ اتنے پراعتماد ہوتے ہیں کہ آنے والے واقعات کے لئے متجسس ہوتے ہیں۔ انہیں نت نئی باتوں کا شوق ہوتا ہے۔ وہ آشنا چہروں اور پرانے مناظر کو اس طرح دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسے پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ انہیں سہاروں، پناہ گاہوں اور محفوظ ٹھکانوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خوف زدہ نہیں ہوتے اور مشکل صورت حال سے فرار کے بجائے اس کا سامنا بلند حوصلگی سے کرتے ہیں۔ وہ بڑے افسروں اور اعلیٰ حکومتی

عہدیداروں سے مرعوب نہیں ہوتے اور کسی کی پیروی کرنے کے بجائے اپنی راہ خود منتخب کرتے ہیں۔ وہ سخت گیر نہیں ہوتے بلکہ ان کے روّیے میں لچک ہوتی ہے۔وہ واقعتاً زندگی بھرپور انداز میں گزارتے ہیں۔

(7) انقلابی کردار:

وہ لوگ جس سے ملتے ہیں اُس کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ وہ جہاں جاتے ہیں وہاں صورت حال تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ مؤثر طریقے سے کام کرتے ہیں۔انہیں جو بھی صورتحال ملتی ہے وہ اس میں بہتری پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ اجتماعی کوششوں پر یقین رکھتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ مل کر اپنی کمزوریوں کو دُور کر لیتے ہیں۔ وہ دوسروں کی صلاحیتوں اور استعدادِکار پر اعتماد کرتے ہیں اور اچھے نتائج کے لئے اختیارات سونپنے پر یقین رکھتے ہیں چونکہ انہیں دوسروں کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوتی اس لئے انہیں اُن کی نگرانی کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ وہ بدترین صورتحال میں بھی دوسروں سے بات چیت اور رابطے کرتے ہیں اور مناصب کے لئے لڑنے جھگڑنے کے بجائے دوسروں کے مفادات اور دلچسپیوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔اس طرح دیگر لوگ اُن کے خلوص سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور مسائل کو حل کرنے میں اُن کی معاونت کرتے ہیں۔

(8) ذاتی تجدید نو:

وہ انسانی کردار کی ہمہ صفات یعنی جسمانی، ذہنی، جذباتی اور روحانی کو بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی قسم کی جسمانی ورزش کے عادی ہوتے ہیں جو دل اور دورانِ خون کو صحت مند رکھتی ہیں اور اُن میں قوتِ برداشت اور قوتِ مزاحمت بڑھ

جاتی ہے۔ ایسے لوگ اپنے ذہنوں کو بیدار اور چاق و چوبند رکھنے کے لئے مسلسل مطالعہ کرتے ہیں اور پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ دوسروں کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں اور جذباتی طور پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بے لوث محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ روحانی سطح پر وہ عبادات، مذہبی لٹریچر کے مطالعہ، ارتکاز اور روزہ رکھنے پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ ان تمام عادات سے اُن کی تخلیقی صلاحیتیں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں سے بیشتر تو روزمرہ کے معمولات میں بھی سرانجام دی جاسکتی ہیں۔ باقی سرگرمیوں کے لئے روزانہ کچھ وقت نکالنا پڑتا ہے لیکن یہی کوشش آگے چل کر بہت زیادہ وقت بچانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ہمیں زندگی میں اتنا مصروف نہیں ہونا چاہئے کہ اپنی تجدیدِ نو کے لئے وقت نہ مل سکے۔ آپ صرف اور صرف ڈرائیونگ میں مصروف نہیں رہ سکتے، آپ کو اپنی گاڑی میں ایندھن بھی ڈلوانا ہوتا ہے۔ علی الصبح کی ورزش انسان کی ذاتی فتح کا وقت ہوتا ہے جو بعدازاں دن بھر کی عوامی فتوحات کی ضمانت بن جاتا ہے۔ ذاتی تجدید کے مندرجہ بالا اصول ایک مضبوط اور صحت مند شخصیت تشکیل دیتے ہیں۔

☆......☆......☆

سات منفرد خصوصیات

کامیاب رہنماؤں میں سات منفرد خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بتدریج ان انسانی خوبیوں کو اپنی شخصیت کا جزوِ لاینفک بنا لیا جائے۔ یہ سات منفرد انسانی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(1) خود آگہی

(2) تخیل اور ضمیر (اچھے بُرے کی تمیز)

(3) قوتِ ارادی

(4) وسعت النظری

(5) معاملہ فہمی اور جرأت مندی

(6) تخلیقی قابلیت

(7) ذاتی تجدیدِ نو

ہزاروں سال کے تجربات اور مشاہدے میں آیا ہے کہ مندرجہ بالا خوبیاں صرف انسان میں پائی جاتی ہیں۔ جانوروں میں سے ان میں ایک بھی خوبی نہیں ہوتی لیکن اس سے بھی زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ یہ خوبیاں ہر انسان میں موجود ہوتی ہیں، کسی میں کم اور کسی میں کاملیت کے ساتھ۔ تاہم قائدین میں یہ خصوصیات کم وبیش اعلیٰ

درجے کی پائی جاتی ہیں۔ جبکہ عام انسانوں میں یہ خوبیاں کم تر درجے میں موجود ہوتی ہیں۔

(1) خود آگہی:

خودشناسی کے تحت انسان میں اپنا ردِعمل یعنی تاثر، جواب یا جوابی فعل منتخب کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ یہاں ردِعمل سے مراد ذمہ داری کا تعین ہے۔ اس صلاحیت کے کم تر درجہ پر متمکن افراد صورتحال کی ذمہ داری دوسرے لوگوں، واقعات یا ماحول پر ڈال دیتے ہیں۔ یعنی کسی ایسی شے یا ایسے فرد کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے جو اُن میں موجود نہیں۔ یعنی نتائج کی ذمہ داری قبول نہیں کی جاتی۔ باالفاظ دیگر میں اگر آپ کو ذمہ دار ٹھہراتا ہوں تو دراصل آپ کو بااختیار بناتا ہوں اور اپنی طاقت آپ کی کمزوری کو دیتا ہوں۔ اس کے برعکس اعلیٰ درجہ کے حامل لوگ خودشناسی کے جوہر سے مالا مال ہوتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اپنی زندگی کی تخلیقی قوت وہ خود ہیں۔ وہ حالات یا واقعات کے رحم وکرم پر نہیں ہیں۔ کسی بھی صورتحال میں یا کسی بھی شخص کے بارے میں اپنا ردِعمل خود منتخب کر سکتے ہیں۔ اُن کے ردِعمل میں آزادی پائی جاتی ہے۔ وہ جس قدر آزادی کا استعمال کرتے ہیں اس میں وسعت آ جاتی ہے۔ وہ تحمل مزاج اور ذمہ دار فرد کا طرزِ عمل اپناتے ہیں۔

(2) تخیل اور ضمیر:

ضمیر سے مراد اچھے اور بُرے کی تمیز ہے۔ تخیل کے ذریعہ انسان اپنا لائحہ عمل مرتب کرتا ہے۔ اپنے وقت، صلاحیت اور آلات کو بروئے کار لاتا ہے۔ اس صلاحیت

کے ادنیٰ درجہ پر مقاصد، اہداف اور کوششوں کے متعلق فضول اور بے کار ہونے کا احساس پایا جاتا ہے۔ اگر انسان مایوسی اور ناامیدی کا شکار ہے یا آپ کا دل ماضی سے متاثر ہے تو پھر آپ مصروفیت کے ساتھ کسی کام کو سرانجام نہیں دے سکتے۔ زندگی بھر اس لمحے کے منتظر رہتے ہیں کہ حالات کبھی نہ کبھی سدھر جائیں گے۔ اس کے برخلاف اعلیٰ تر درجہ پر رجائیت اور بامقصد ہونے کا احساس گہرا ہوتا ہے۔ ایسے انسان پُرامید اور خوش فہم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ذہن میں مستقبل کا خاکہ ترتیب دیتے ہیں اور وہ تصور میں دیکھ سکتے ہیں کہ اُن کا مستقبل کیسا ہوگا۔

(3) قوتِ ارادی:

اس خصوصیت کے نچلے درجہ پر براجمان لوگ حالات کے تھپیڑوں پر رہنے والے، ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنے والے، غیر مؤثر، آسان راستہ اپنانے والے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں جبکہ اس خوبی کے اعلیٰ درجہ پر فائز انسان انتہائی منظّم زندگی گزارنے والے، اعلیٰ مقاصد پر نگاہ رکھنے والے اور مشکلات کا بہادری سے سامنا کرنے والے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ وہ فوری نوعیت کی سرگرمیوں میں مصروف رہیں۔ ان کی زندگی حکمت عملی وضع کرنے اور اثر انداز ہونے سے عبارت ہوتی ہے۔ انسان حالات کا شکار ہونے کے بجائے تخلیقی خوش تدبیری، بے کاری اور فضول ہونے کے احساس کے بجائے اُمید اور عزم اور بے ترتیبی کو چھوڑ کر منظّم ہونے کی خوبیوں سے لیس ہو سکتے ہیں۔

(4) وُسعت نظری:

اچھے انسانوں کو وُسعتِ نظری اور وسعت قلبی سے کام لینا چاہیئے۔ ایک شخص تنگ نظری سے اُس وقت کام لیتا ہے جب وہ عدم تحفظ کا شکار ہوتا ہے جبکہ اعلیٰ درجہ کے لوگ ہر شے اصولوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ جب کسی کا شریکِ حیات کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ الزام تراشی پر نہیں اتر آتے کیونکہ اُن کا تحفظ اس بات میں مضمر نہیں کہ اُن کا جیون ساتھی اُن کی توقعات کے مطابق زندگی گزارے۔ اگر کسی انسان کا بیٹا، شوہر، بیوی، دوست یا باس غلطی کرتا ہے تو وہ الزام تراشی نہیں کرتا بلکہ ہمدردی کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ اُس کا احساسِ تحفظ ان لوگوں سے نہیں ملتا، یہ اُس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ وہ ایک اصول پسند انسان ہوتا ہے۔ وسعت نظری کی بدولت انسان قلت کے احساس سے نجات پا کر فراوانی کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

(5) معاملہ فہمی اور جرأت مندی:

پہلے خود سمجھنا اور پھر دوسروں کو سمجھانا ہی دراصل معاملہ فہمی اور جرأت مندی ہے جو مسائل انسان کو درپیش ہوتے ہیں اُسے اُن کے بارے میں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے اور اس کے ساتھ دوسرے انسانوں کے بارے، میں بھی غیر جانبداری سے سوچیئے اور اُن کی بات کو توجہ سے سنیئے۔ بیشتر انسانوں کے مسائل کا بنیادی سبب کم و بیش ابلاغ کا مسئلہ ہوتا ہے۔ لوگ دراصل حساس دل کے ساتھ نہیں سُنتے وہ اپنی آپ بیتی کے اندر رہ کر سنتے ہیں۔ ان میں ہم احساس ہونے کی مہارت اور رویہ کی کمی ہوتی ہے۔ اپنے حوالوں میں رہ کر دوسروں کی سرگزشت سنتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہوتا ہے کہ جب مجھے مشورے کی ضرورت ہوگی تو آپ کو موقع دوں گا جبکہ سننے کی

صلاحیت تحمل، عزت اور احترام چاہتی ہے اور انسان کو سمجھے جانے کی صلاحیت حوصلہ اور توجہ چاہتی ہے۔اس میں دوطرفہ ابلاغ بھی ضروری ہوتا ہے جہاں جرأت، معاملہ فہمی کے ساتھ توازن میں رہتی ہے۔

(6) تخلیقی قابلیت:

انسان کی اہم ترین خوبیوں میں سے ایک تخلیق ہے یعنی کچھ نیا بنانا۔یعنی ایسے حل پیش کرنا جو کسی دوسرے فرد کے تجویز کردہ حل سے بہتر اور زیادہ مؤثر ہو۔ زیادہ تر گفت وشنید سودے بازی ہوتی ہے لیکن مصالحت میں بہترین نتائج مضمر ہوتے ہیں اور آپ اشتراکِ عمل کے لئے اپنا مقام چھوڑ دیتے ہیں اور بنیادی باہمی ضروریات اور مفادات کو سمجھ لیتے ہیں اور ہر فریق کو مطمئن کرنے والے حل پا لیتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ دوسرے لوگوں کو ہم آہنگی کے ساتھ سوچنے کی ترغیب دیں۔اگر ٹیم سپرٹ پیدا ہو جاتی ہے تو ایک طاقتور تعلق یا بندھن قائم ہو جاتا ہے اور لوگ اپنی فوری خواہشات کو ایک انسان کے تابع کرکے دیرپا تعلقات قائم کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں دوسروں کے بارے میں بُری زبان استعمال کرنے سے قطعاً گریز کریں اور اگر آپ موجود لوگوں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کریں جو موجود نہیں ہیں اور اگر آپ کو کچھ مسائل کا سامنا بھی ہے اور کسی سے کوئی شکایت ہے تو اس کی غیر حاضری میں بُرا بھلا کہنے کے بجائے اس سے براہ راست ملیں اور خوش اسلوبی سے مسائل حل کریں۔

(7) ذاتی تجدید نو:

انسانی صلاحیتوں کو مسلسل بہتر بنانے کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ناکارہ پن سے بچنے کے لئے ذاتی تجدید نو اشد ضروری ہے اور اگر آپ اپنے اندر بہتری نہیں لاتے اور اپنی تجدید یا اصلاح نہیں کرتے تو آپ بتدریج ناکارہ اور نکمے ہو جائیں گے اور نظام آپ کو مسترد کر دے گا۔ یاد رکھیں ایک سرے پر ناکارہ پن ہے اور دوسرے سرے پر جدت، مسلسل بہتری اور تشکیل نو ہے۔

☆.....☆.....☆

تین ارادے

عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ہم اپنی پرانی اور پختہ عادتیں اور طرزِ عمل کو محض نئے عزائم اور نئے اہداف اپنا کر تبدیل کر سکتے ہیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ پختہ عادتیں بہت سخت جان ہوتی ہیں اور حالات تبدیل ہونے اور نیک ارادوں کے باوجود یہ عادتیں ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ اگر ایک انسان ماضی کی گرفت سے نکلنا چاہتا ہے۔ پرانی عادتوں اور رسم و رواج کی قوتوں سے بچنا چاہتا ہے اور مثبت تبدیلی لانا چاہتا ہے تو اسے اس کی قیمت چکانی ہوگی۔ اس لئے اپنے ضروری وسائل جمع کر لیں۔ جیسا کہ ہم خلائی سفر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ زمین کی کشش ثقل سے باہر نکلنے کے لئے ایک طاقت ور دھکے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پرانی عادتوں سے چھٹکارا پانے کے لئے بھی ایسے ہی طرزِ عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پختہ منفی عادتوں مثلاً تنقید، زیادہ کھانا، زیادہ سونا، سستی اور تاخیر وغیرہ کو ترک کرنے کے لئے معمولی عزم و ارادے اور خواہش سے بڑھ کر کچھ اور درکار ہوتا ہے۔ محض عزم و ارادہ ہی کافی نہیں ہوتا۔ ہمیں لوگوں میں اور اپنے اندر نیا جوش، ولولہ اور نئی قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ انسانی زندگی میں متعدد مزاحمتی قوتیں برسرِپیکار رہتی ہیں جو ہمارے نئے عزائم یا پیش رفت کو منتشر کر سکتی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے بھوک اور جذبات ہیں، پھر

غرور اور تصنع اور آخر میں خواہشات اور تمنائیں ہیں۔ان منفی مزاحمتی قوتوں پر ہم درج ذیل تین ارادوں کے ذریعے قابو پاسکتے ہیں۔

(1) بھوک اور جذبات:

بھوک اور جذبات کی مزاحمتی قوت کو شکست دینے کے لئے ہمیں یہ عزم کرنا ہوگا کہ ''میں ہمیشہ ذاتی نظم و ضبط اور اپنی ذات کی نفی پر کاربند رہوں گا۔'' اگر ہم اپنے معدوں کے اسیر بن جائیں تو جلد ہی ہمارے معدے ہمارے ذہن اور ارادوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ جانتے بوجھتے ہوئے نقصان وہ اشیاء اپنے حلق میں انڈیلنا سراسر بے وقوفی ہے۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی جسم کا میٹابولزم تبدیل ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر صحت برقرار رکھنے کے لئے زیادہ سمجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بے اعتدالی سے کھانا پینا، دیر تک سونا، بیکار بیٹھنا اور ورزش سے گریز ہماری ذاتی زندگی اور پیشہ ورانہ زندگیوں کو متاثر کرتے ہیں۔

(2) غرور اور تصنّع:

غرور اور تصنع کی مزاحمتی قوت پر قابو پانے کے لئے یہ عزم کریں کہ میں عہد کرتا ہوں کہ اپنے کردار اور بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤں گا۔ بیشتر لوگ اپنی کارکردگی، کردار اور صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے بجائے غرور، جھوٹے اور مصنوعی دعوؤں سے دوسروں کو متاثر کرنے اور خود کو دھوکہ دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں عزت و احترام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم جیسا نظر آنا چاہتے ہیں تو ویسا بن کر دکھائیں۔ زیادہ تر لوگوں کو اپنے تاثر کے بارے میں زیادہ فکر ہوتی

ہے۔ وہ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کریں دوسرے ان کو اچھی نگاہوں سے دیکھیں۔ دوسروں میں ان کا تاثر اچھا بلکہ اعلیٰ ہو۔ ہمیں طاقت ور، کامیاب اور جدت پسند نظر آنے کی شدید خواہش مصنوعی زندگی گزارنے اور غرور ونخوت سے کام لینے پر آمادہ کرتی ہے۔ لیکن جب ہم اپنے اصولوں اور اقدار سے ہم آہنگ ہوجاتے ہیں تو بے لاگ، دیانت دار اور صاف گو ہوجاتے ہیں جو لوگ دھوکہ، بے ایمانی، جھوٹ اور منافقت سے کام لیتے ہیں انہیں بالآخر بہت زیادہ پریشانی اور مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اگر انسان مسلسل تصنع اور اداکاری سے کام لیتا رہے اور اپنا بھرم قائم رکھے تو وہ دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔

(3) خواہشات اور تمنائیں:

ان انسانی کمزوریوں پر قابو پانے کے لئے یہ عزم کیا جائے کہ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور وسائل مثبت اور نیک مقاصد کے لئے صرف کروں گا اور دوسرے انسانوں کی خدمت بجالاؤں گا۔"

کم ظرف اور لالچی انسان اپنے مفادات اور ذاتی شان و شوکت کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ انہیں صرف اپنے ایجنڈے اور اہداف کے حصول کی فکر ہوتی ہے۔ وہ ہر چیز میں یہ تلاش کرتے ہیں کہ اس میں میرے لئے کیا ہے؟ ان میں نہ مروت ہوتی ہے اور نہ ہی اعلیٰ اصولوں اور اقدار کا پاس۔ وہ خود کو قانون سے بالاتر تصور کرتے ہیں۔ ان کی نظریں ہر وقت دولت، اقتدار، طاقت، شہرت، رتبہ، حکمرانی اور ملکیت پر ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس اعلیٰ اخلاق کا حامل شخص دیانت دار، منکسر المزاج، بامروت اور سراپا خدمت گزار ہوتا ہے۔ ایثار اور قربانی کا جذبہ اس میں

کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ جب تک ہم اپنی جبلی بھوک اور فطری کمزوریوں پر قابو نہ پالیں، تب تک ہم اپنے جذبات اور خودسری کو سرنگوں نہیں کر سکتے۔ اس کے برخلاف ہم بڑی جلدی جذبات کا شکار ہوکر مال ودولت، غلبہ، عزت اور طاقت کے حصول میں سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ہم ان تینوں ارادوں پر قائم رہیں جو ہماری ذات کی نشوونما، جوہر، قابلیت اور کارکردگی میں اضافہ کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

کردار کی عظمت

زندگی میں دیرپا کامیابی اور دوسرے لوگوں کو کسی مخصوص ڈگر پر رہنمائی کرنے کے لئے انسان کا کردار اعلیٰ وارفع ہونا چاہئے وگرنہ ایک معمولی کردار کا حامل شخص تو شاید کسی ایک انسان حتیٰ کہ اپنے اہل خانہ کو کسی خاص کام کرنے پر بھی مجبور نہیں کر سکتا۔ بلند پایہ کردار میں مندرجہ ذیل تین خوبیاں اشد ضروری ہوتی ہیں:

(1) دیانت داری:

جب انسان واضح طور پر اپنی اقدار کی شناخت کر لیتا ہے اور پیش قدمی کر کے اپنی ترجیحات کو منظم کر لیتا ہے تو پھر وہ بامعنی عہد اور وعدے کرتا ہے اور انہیں ہر صورت پورا کرتا ہے۔ یہ عمل اس کی قدرومنزلت میں اضافہ کرتا ہے اگر ایک شخص اپنے آپ سے اور دوسروں سے عہد نہیں کر سکتا اور انہیں پورا نہیں کر سکتا تو یہ عہد اور وعدے بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کی منافقت اور دوغلے پن کو بھانپ کر محتاط ہو جاتے ہیں۔

(2) بالغ نظری:

معاملات میں بالغ نظری درحقیقت جرأت اور معاملہ فہمی کے مابین توازن کا نام

ہے۔ اگر ایک انسان اپنے احساسات اور غلطیوں کا اقرار جرأت کے ساتھ کرتا ہے اور دوسرے کے محسوسات اور کوتاہیوں کے ساتھ توازن برقرار رکھتا ہے تو وہ شخص بالغ نظر ہے۔ اگر وہ بالغ نظری اور جذباتی قوت سے عاری ہے تو وہ اپنی طاقت، عہدے، اختیار، سرکاری حیثیت بالادستی یا وابستگی سے حاصل کرتا ہے۔

(3) وسعت القلبی:

دنیا میں ہر انسان کے لئے بہت کچھ ہے اور یہی سوچ وسیع القلبی۔ ذاتی قدر و قیمت اور احساس تحفظ جنم دیتی ہے۔ جو شخص سب کچھ چھین لینا چاہتا ہے اور دوسروں کو محروم دیکھنا چاہتا ہے وہ دراصل عدم تحفظ کا شکار اور اپنی خوبیوں سے بے خبر ہوتا ہے۔

وسیع القلبی شناخت، فائدہ اور ذمہ داری میں اشتراک پیدا کرتی ہے۔ اس سے نت نئے تخلیقی متبادل اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ زندگی میں بہت سے افراد تنگ نظری اور تعصب پر مبنی سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں پائی جانے والی نعمتوں کو محدود گردانتے ہیں۔

اگر کسی دوسرے کو کوئی نعمت میسر آجائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ اب اُن کے لئے کچھ نہیں بچا۔ ایسے لوگ دوسروں کو منفعت، شہرت، طاقت اور اختیار میں شریک نہیں کر سکتے۔ دوسرے لوگوں کی کامیابی پر خوشی کا اظہار بھی اُن کے لئے اذیت ناک ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے گھر کے کسی فرد، دوست یا ساتھی کی کامیابی بھی برداشت نہیں کر پاتے۔ جب کسی دوسرے شخص کو کامیابی یا شہرت ملتی ہے تو انہیں یوں لگتا ہے کہ اُن سے کچھ چھن گیا ہو۔

دیانت داری، بالغ نظری اور وسعت القلبی سے مزین شخصیت کے پاس خلوص پر مبنی سچائی ہوتی ہے جو کسی بھی منفی ہتھکنڈے سے بے نیاز رہتی ہے۔

انسانی مسائل کے پائیدار حل، دیرپا خوشیاں اور کامیابیاں داخلی کیفیت سے خارجی کیفیت کی طرف آتی ہیں۔ خارج سے داخل کی طرف مبنی سوچ میں مبتلا لوگ ناخوش ہوتے اور خود کو حالات کا شکار اور بے بس محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان اندر سے خوش ہو تو اس کی خوشی کے اثرات خارجی ماحول پر بھی محسوس ہوتے ہیں اور باہر کا موسم اور زیادہ خوشگوار لگتا ہے لیکن انسان اگر داخلی طور پر پژمردہ اور غمگین ہو تو باہر کا موسم چاہے کتنا ہی خوشگوار کیوں نہ ہو تو وہ زندگی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

انسانی ضمیر کی تربیت:

انسان کا ضمیر اُسے درست اصولوں سے ہم آہنگ نہ ہونے پر ٹوکتا ہے۔ جس طرح جسمانی تربیت ایک کھلاڑی کے لئے ضروری ہوتی ہے اور ذہنی تعلیم، دانشور اور عالم کے لئے ناگزیر ہوتی ہے، بالکل اسی طرح ضمیر کی تربیت انسانی کردار کی عظمت کے لئے جزو لاینفک کا درجہ رکھتی ہے۔ ضمیر کی تعلیم و تربیت ایک خاص نظم و ضبط کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ دیانت دارانہ زندگی گزارنے پر مجبور کرتی ہے۔

ادب عالیہ کے مطالعہ پر زور دیتی ہے اور بلند خیالات سوچنے کا مطالبہ کرتی ہے جس طرح الّاپ شنّاپ کھانے اور ورزش نہ کرنے سے کھلاڑی کا کیریئر تباہ ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح فحاشی، بے حیائی اور بے راہ روی ایک اندرونی تاریکی کو جنم دیتی ہے [illegible] انسان کی عقل و دانش معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ درست، غلط اور [illegible]

برے کی فطری تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

ضمیر کی تربیت کا آغاز انسان کے گھر سے ہوتا ہے اور والدین کی مثال اور طرز عمل کے ذریعہ مسلسل جاری رہتا ہے اور پھر جب یہ انسان عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو اس تربیت میں ترقی کے لئے خود آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ چکردار سیڑھیوں پر سیکھنا، اعتراف کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ اسی کی بدولت آسمان کی بلندیوں پر پہنچا جا سکتا ہے۔

☆.....☆.....☆

سوچ میں تبدیلی

لگ بھگ ہر قابلِ ذکر اور اہم تاریخی کامیابی سوچ کے پرانے اور روایتی گھسے پٹے انداز کو جرأت رندانہ کے ساتھ توڑنے کے نتیجے میں سامنے آتی ہے۔ سائنسی دنیا میں انقلابی تبدیلیاں، خیالات میں تنوع اور شعور کی ترقی اور بوسیدہ پابندیوں سے چشم زدن میں آزادیاں سوچ میں تبدیلی یا "PARADIGM SHIFT" یہ پرانے مسائل کو نئے زاویہ فکر سے دیکھنے کا نام ہے۔ انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ پرانی سوچ کو ترک کرنے اور نت نئی سوچیں اپنانے پر ہی اختلافات ظہور میں آتے ہیں۔ نئی سوچ اور فکرِ خیال کو اپنانا، جرأت و ہمت کے بغیر ممکن نہیں۔ کوئی بھی انسان نئی مہارت کو معمولی سی ترقی دے کر تھوڑی بہت پیش رفت کر سکتا ہے جبکہ انقلابی پیش رفت کے لئے نئے PARADIGM اور نئے اندازِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کو ایک انداز سے دیکھنے اور سوچے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ دیرپا اور حقیقی ترقی کے لئے لازم ہے کہ قدم بہ قدم نشوونما اور ترقی کی جائے تاکہ وہ انسانی شخصیت وکردار کا حصہ بن جائے۔ جب لوگوں کو اس انداز میں انتظامی اصولوں کی تربیت دی جاتی ہے تو وہ پرانی بندشوں اور سوچوں سے آزاد ہو جاتے ہیں اور پرانے انداز اور اطوار ترک کر دیتے ہیں۔ وہ بتدریج داخلی سطح پر (اپنے ضمیر سے) ترغیب وہدایت پانے لگتے ہیں اور جب

اداروں میں لوگ اس طرح تربیت پاتے ہیں تو وہ اپنے انتظامی ڈھانچے، نظام اور انداز تشکیل دینے کے لئے نئی راہیں تلاش کر لیتے ہیں اور یہ سب کچھ اُن کے اغراض و مقاصد، اقدار اور کردار سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوتا ہے۔

ماضی کی مزاحمت:

برسوں پرانی عادتیں ترک کرنے اور نئی عادات اپنانے میں کامیابی کے لئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے کہ کس طرح مزاحمتی قوتوں سے نمٹا جائے اور پیش رفت کرنے والی قوتوں کو ہم آہنگ کر کے روزانہ کچھ نہ کچھ آگے بڑھا جائے۔ ماضی کی مزاحمت پر غلبہ پانا ایک بڑی حد تک واضح شناخت اور طاقت ورمشن کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ جب تک آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ آپ کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں، آپ جوش و جذبہ سے عاری ہوتے ہیں۔ غیر معیاری کارکردگی کا عام طور پر سبب یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ ترجیحات اور عزم بہت کمزور ہوتے ہیں۔ کمزور عزم بڑی آسانی کے ساتھ جذبات، موڈ اور حالات کی نظر ہو جاتا ہے۔ درحقیقت عزم وارادہ کے پیچھے جوش و جذبہ کارفرما ہوتا ہے جو اُسے مسلسل تقویت بخشتا رہتا ہے۔ قابل اور اعلیٰ درجہ کے قائدین اپنا ایجنڈا اپنے ساتھ رکھتے ہیں، ان کا شیڈول اُن کا مالک نہیں غلام ہوتا ہے وہ ہر ہفتے خود کو منظم کرتے ہیں اور روزانہ خود کو مرتب کرتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ متلون مزاج ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے وقت کی تقسیم اہم منصوبہ بندی، پروگراموں اور تخلیقی ماحول کے لئے کرتے ہیں۔ جب وہ تھک جاتے ہیں تو اس وقت کم اہم اور ایسے کام سرانجام دیتے ہیں جو بہت ضروری نہیں ہوتے۔ لیکن اس سے پہلے جب وہ تازہ دم ہوتے ہیں تو وہ اہم اور انتہائی ضروری کام سرانجام دیتے ہیں۔

☆......☆......☆

زبردست قوتیں

جس طرح خلا میں جانے کے لئے اور زمین کی کشش ثقل سے آزاد ہونے کے لئے بہت زیادہ قوت اور توانائی صرف کرنا پڑتی ہے اس کے برخلاف لاکھوں میل کی خلانوردی اور زمین پر واپس آنے کے لئے اس کے مقابلہ میں بہت کم قوت اور توانائی درکار ہوتی ہے۔اسی طرح انسان کو ایک نیا انداز اپنانے اور نیا طرزِ عمل اختیار کرنے میں زیادہ کوشش اور توانائی صرف کرنا پڑتی ہے کیونکہ پرانے اطوار اور عادتیں انسان کو پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص ایک دن یہ عہد کرتا ہے کہ وہ بسیار خوری کی عادت ترک کردے گا تو اسے یہ عزم و ارادہ لکھ کر کھانے کی میز پر آویزاں کر دینا چاہئے تاکہ اگلے دن وہ اس عزم کی تجدید کر سکے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔

انسان کس طرح اپنی پرانی اور بُری عادتیں ترک کرکے نئی اور صحت مند عادتیں اپنا سکتا ہے؟ پہلے اس کو بیٹھ کر غور وفکر کرنا چاہئے کہ بُری عادتوں کا اُس کو کیا نقصان ہو رہا ہے۔ پھر اُسے سنجیدگی سے یہ غور کرنا چاہئے کہ کون کون سی مزاحمتی قوتیں اس کا راستہ روک لیتی ہیں اور اُن رکاوٹوں کو عبور کرنے کے لئے اُسے کتنی قوت ارادی کی ضرورت ہے۔کسی عادت کو ترک کرنے کے لئے کسی بھی سنجیدہ کوشش کے آغاز میں

مزاحمتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک انسان کھانے پینے کی عادات تبدیل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے اُن اوقات، مقامات اور حالات کو زیرغور لانا چاہیئے جن میں وہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ پھر اُسے ان چیزوں سے اجتناب کرنا ہوگا جو اُسے کمزور بناتی ہیں اور ان چیزوں کو شامل کرنا ہوگا جو اُسے آگے بڑھنے میں مدد دیتی ہیں اور اس کے عزم وارادے کو مستحکم کرتی ہیں۔ بسا اوقات محض عزم وارادہ ہی پرانی عادات کو تبدیل کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا، انسان کو قوت ارادی کے ساتھ دوسرے لوگوں کے تعاون اور مدد کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو ایسی ہی لگن رکھتے ہوں۔ اُن کے ساتھ اس انسان کا تعلق ایسا ہو جو کچھ کر دکھانے میں مددگار ثابت ہو۔ اجتماعی کامیابی اس لئے موثر اور یقینی ہوتی ہے کہ ان کا عزم وارادہ اور مقصد ایک ہوتا ہے۔ بسیار خوری نہ کرنے، سگریٹ نوشی ترک کرنے، واک پر جانے اور دیر تک نہ سونے جیسے ارادے اہل خانہ، دوست احباب اور دفتر کے ساتھیوں کی مدد اور تعاون سے کامیابی کی منزل پر پہنچائے جاسکتے ہیں۔ ابتداء میں تبدیلی یقیناً مشکل ہوتی ہے لیکن جب انسان ایک بار فیصلہ کر لیتا ہے اور ترقی کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنی آزادی کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ اپنی مرضی اور رضامندی سے کام کرنے کی آزادی، جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے، وہ سب کچھ کرنے کی آزادی، اُسے یہ آزادی اُس وقت کھونا پڑتی ہے جب تک نئی عادات پختہ نہیں ہو جائیں اور جب تک نئے اور صحت مند معمولات اس کی زندگی کا حصہ نہیں بن جاتے۔

☆......☆......☆

سات بڑی خرابیاں

مہاتما گاندھی نے ایک بار کہا تھا کہ سات چیزیں انسان کو تباہ کر دیتی ہیں اور ان سب کا تعلق معاشرتی اور سیاسی حالات سے ہے اور ان سب سماجی برائیوں کا تدارک یقینی طور پر خارجی عوامل پر ہے یعنی ایسے اصولوں پر جن کی بنیاد فطرت کے قوانین پر ہے، معاشرتی اقدار پر نہیں۔

محنت کے بغیر دولت:

یہ ایک ایسے عمل کا نام ہے جس میں کچھ نہ کرنے کے باوجود بہت زیادہ پیسہ حاصل کیا جائے۔ اثاثوں اور مارکیٹ کے شیئرز آپ سے محنت کا تقاضہ نہیں کرتے یا آپ سے ایسی پیداواری اشیاء نہیں مانگتے جن کی کوئی قدر و قیمت ہو۔ اس کے لئے بس اتنا کیجئے کہ چیزوں اور لوگوں کو خوش اسلوبی سے استعمال کریں اور دولت کماتے جائیں۔ عصر حاضر میں ایسے متعدد پیشے وجود میں آ گئے ہیں جن میں بغیر کسی محنت اور تگ و دو کے ڈھیروں دولت کمائی جا سکتی ہے۔ ٹیکس ادا کئے بغیر دولت مند بنا جا سکتا ہے۔ کسی ملک کی شہریت کی بنیاد پر اور بڑے اداروں کی رکنیت کی بنیاد پر تمام سہولیات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن کسی قسم کی ذمہ داری یا فرائض سے عہدہ برا ہونے کی

ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی قسم کا خطرہ مول لیا جاتا ہے۔

1980ء کی دہائی میں متعدد ایسی اسکیمیں متعارف کرائی گئیں جو فراڈ اور دھوکہ پر مبنی تھیں۔ ان اسکیموں کے پیچھے راتوں رات امیر بننے کی خواہش کارفرما تھی۔ اُن کے اشتہارات کی عبارت کچھ یوں ہوتی تھی:

> ''آپ کو محنت کرنے کی ضرورت نہیں، ہمارے منصوبوں میں سرمایہ کاری کیجئے اور گھر بیٹھے لاکھوں کمایئے۔''

ان دلفریب اور سبز باغ دکھانے والے دعوؤں نے ہزاروں لوگوں کو اُن کی عمر بھر کی کمائی سے محروم کر دیا۔ ان اسکیموں کے فراڈ سے قطع نظر ایک سنگین پہلو یہ بھی تھا کہ یہ معاشرے میں محنت کے بغیر دولت کمانے کے منفی رجحان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں۔ ایسی سوچ نے لوگوں کے اخلاقی معیار کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

ضمیر کے بغیر خوشیاں:

خودغرض، لالچی اور بوالہوس عناصر کی پہلی سوچ یہی ہوتی ہے کہ اس میں میرے لئے کیا ہے؟ میرا مفاد کتنا ہے؟ اس سے مجھے کیا خوشی ملے گی؟ معاشرے کی بدلتی اقدار کے باعث لوگ اب خوشیوں کا حصول ضمیر کی نگرانی یا ذمہ داری کے احساس کے بغیر چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے فرائض اور کام کے نام پر اپنے بیوی اور بچوں کو بھی یکسر بُھلا دیتے ہیں۔ لیکن احساس ذمہ داری کے بغیر عیش وعشرت کا نتیجہ وقت اور دولت کے ضیاع کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ بدنامی ہاتھ آتی ہے، دوسرے لوگوں کو ذہنی اور روحانی اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ضمیر کی نگرانی کے بغیر فطرت کے

اصولوں سے انحراف نہایت خطرناک رجحان ہے۔ضمیر ازلی سچائیوں اور قوانین کا محفوظ اسٹور ہے اور قانونِ فطرت کا داخلی نگران ہے۔کسی اخلاقی قدغن کے بغیر عیاشی اپنے اندر بڑی کشش رکھتی ہے اور بڑے بڑے افسران اور ایگزیکٹوز کو ترغیب دی جاتی ہے کہ کسی پابندی کے بغیر اپنی چھٹیوں سے لطف اندوز ہوں کیونکہ آپ اس کے مستحق ہیں۔ یہ آپ کی سال بھر کی محنت کا صلہ ہے یا آپ ایسا کیوں نہ کریں۔اس طرح بعض اشتہارات میں آپ ساٹھ سالہ مردوں کو دیکھتے ہیں جو تیس سالہ پرکشش عورتوں کے ساتھ فطرت کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔لیکن ان افسران اور ایگزیکٹوز کی بیویوں پر کیا گزرتی ہوگی کوئی نہیں جانتا اور ان معاشرتی قدروں کا کیا بنے گا جنہیں دھوکہ کھانے والی بیویاں سینے سے لگائے پھرتی ہیں۔

کردار کے بغیر علم:

جس طرح کم علمی خطرناک ہوتی ہے اسی طرح زیادہ علم بھی اصول پسندی کے بغیر کم خطرناک نہیں ہوتا۔ کردار کی پختگی کے بغیر ذہنی نشوونما ایسے ہی ہے جیسے کوئی گاڑی کسی شرابی نوجوان کی ڈرائیونگ میں ہو۔ آج کل تعلیمی اداروں میں عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی کردار سازی یعنی اخلاقی تربیت پر توجہ نہیں دی جاتی۔کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کردار سازی کی تعلیم ضروری نہیں ،اس کے لئے اخلاقی اقدار کا نظام ہی کافی ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کی اخلاقی تربیت بھی اشد ضروری ہے۔ مہربانی، ایمانداری، راست بازی، دوسروں کی مدد اور دیانت داری ایسی اقدار ہیں جن کی اہمیت پر دو رائے نہیں ہوسکتیں۔ہمیں ان اقدار کو نہ صرف اپنے تعلیمی نظام کا حصہ بنانا ہوگا بلکہ اپنے اداروں

کے پیشہ ورانہ تربیتی کورسز اور پروگراموں میں بھی شامل کرنا ہوگا۔ ذہن کی نشو ونما اور کردار میں بہترین توازن صحت مند معاشرے کے لئے ناگزیر ہے۔

اخلاقیات کے بغیر تجارت:

انسان ایک معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ خدمت، مفاد اور امداد کے جذبے کے تحت روابط اور تعلق رکھتے ہیں۔ اگر اخلاقی بنیاد کو نظر انداز کر دیا جائے اور معاشی نظام اخلاقیات کے بغیر چلنے کی اجازت دے دی جائے تو وہ وقت دُور نہیں جب اخلاق سے بے بہرہ معاشرہ اور کاروبار معرض وجود میں آ جائے گا اور انسانی تعلقات کی بنیاد مالی منفعت اور مفادات پر ہوگی۔ ہر کاروباری سودا ایک اخلاقی ڈیل بھی ہوتی ہے جس میں فریقین ایمانداری سے سرخرو ہوتے ہیں اور جس میں اقلیت کے حقوق اور مفادات کا تحفظ بھی کیا جاتا ہے۔

انسان دوستی کے بغیر سائنس:

اگر سائنسی علوم محض ٹیکنالوجی بن جائیں تو یہ آدمی کو آدمیت کے خلاف کھڑا کر دینے کی قوت بن جائیں گے جو کہ منفی قوت ہے۔ سائنس میں ترقی اگر انسانیت کے بغیر ہوتی ہے تو یہ تباہ کاری کے وسائل مہیا کرتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سائنسی ایجادات کو انسانوں کے مسائل میں اضافہ کے بجائے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے مخصوص رکھا جائے۔ دھماکہ خیز ڈائنامائیٹ سے لے کر ایٹم کی طاقت تک، سب کچھ ہلاکت خیزی کے بجائے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے ہر شے کا ظاہری حلیہ بدل کر رکھ دیا ہے، لیکن قدرت کے

قوانین تبدیل نہیں ہوئے۔ان کا اطلاق آج بھی اُسی طرح ہوگا جیسے ماضی بعید میں ہوتا تھا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

قربانی کے بغیر مذہب:

ایثار اور قربانی سے عاری ہوکر مذہبی رسومات ادا تو شاید کی جاسکتی ہوں لیکن الہامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہوا جاسکتا۔ بالفاظ دیگر مذہب کی روح کے تقاضے پورے نہیں کئے جاسکتے کیونکہ اس طرح انسانیت کی بہتری کے لئے کوئی قربانی دینے پر تیار نہیں ہوتا۔اگر کسی مذہب کو دنیا کا ایک نظام سمجھ لیا جائے تو اس کے پیروکار خدمت کے جذبے سے عاری اور روحانی عبادت سے گریزاں ہو جائیں گے۔ایسے پیروکار ظاہری رسوم پر زیادہ توجہ دینے لگیں گے تو یقیناً وہ نہ تو خدا تعالیٰ کو پسند ہوں گے اور نہ ہی کسی دنیاوی پیمانے پر پورا اتریں گے۔انسان کبھی بھی انکسار کے بغیر اتحاد و اتفاق برقرار نہیں رکھ سکتا۔خود غرضی اور غرور تو خدا اور انسان کے درمیان اور انسان اور انسان کے درمیان تعلقات کو تباہ کر دیتے ہیں۔

اصولوں کے بغیر سیاست:

اگر انسان کا کوئی اصول نہیں تو اس کی کوئی سمت نہیں۔ سیاست میں سیاستدانوں کی اخلاقیات پر توجہ مرکوز کر کے ان کا ایک مخصوص تاثر (امیج) قائم کیا جاتا ہے جو معاشرے میں خوب مقبول ہوتا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے لاکھوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ امیج یا تاثر مصنوعی ہوتا ہے اور محض ووٹ حاصل کرنے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے اور دراصل ایک ایسے سیاسی نظام کی طرف لے

جاتا ہے جو کائنات کے ابدی اصولوں سے عاری ہوتا ہے حالانکہ صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ اسے معاشرتی عزم اور اخلاقی اقدار کے زرّیں اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔اس کے برعکس درست اصولوں سے بے نیاز معاشرہ میں اقدار مسخ شدہ ہوں گی اور یہ ایک ایسا معاشرہ ہوگا جہاں بہت سے لوگوں کو دن دیہاڑے بے وقوف بنایا جاتا ہے،ان کی عزتِ نفس مجروح کی جاتی ہے،اُن کا پیسہ ہتھیا لیا جاتا ہے یا کسی قانونی کارروائی کے بغیر اُن کو اُن کے جائز منصب سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ بہترین معاشروں میں فطری قوانین اور اصولوں کی بالادستی ہوتی ہے اور اس سے مراد دستور یا آئین ہے جس کی رُو سے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز افراد کو بھی اصولوں کے سامنے سرنگوں ہونا پڑتا ہے۔قانون سے کوئی بالا نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

بااصول قوت اور قائد

حقیقی قیادت کی قوت ایک قابل عزت کردار اور اصولوں سے اُبھرتی ہے۔ لیکن پیروکار اس لیڈر کی کیوں پیروی کرتے ہیں اور اس کے کیا اسباب ہیں یہ ایک پیچیدہ اور گنجلک مسئلہ ہے لیکن اگر اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو تین مختلف وجوہات سامنے آتی ہیں: اوّل بہت سے پیروکار خوف کے نتیجے میں کسی رہنما کی پیروی کرتے ہیں۔ کیونکہ اُنہیں خوف لاحق ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے وہ کچھ نہ کیا جس کے لئے اُنہیں کہا گیا ہے تو اُنہیں نقصان پہنچے گا۔ آپ اسے جبر بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں لیڈر نے اپنے پیروکاروں پر ایک خوف مسلّط کر دیا ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے قائد کے حکم کی تعمیل نہ کی تو اُن کے ساتھ کچھ بُرا سلوک ہونے والا ہے یا اُن سے کچھ چھین لیا جائے گا۔ اس لئے وہ بُرے نتائج کے خوف سے سرِتسلیم خم رکھتے ہیں اور رہنما کا ساتھ دیتے رہتے ہیں یا محض زبانی طور پر ان کا دم بھرتے رہتے ہیں لیکن یہ وفاداری سطحی، مصنوعی اور عارضی ہوتی ہیں۔ جب ان کے سروں پر خطرے کی تلوار لٹکنا بند ہوتی ہے تو اُن کی صلاحیتیں تیزی سے تباہی اور تخریب کاری کی طرف مڑ جاتی ہیں۔

دوم، بہت سے لوگ مالی منفعت یا کسی پرکشش فائدے کے لالچ میں ایک لیڈر کی پیروی کرتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کام کرتے ہیں کہ لیڈر اُن کی ترقی،

دولت کے حصول، تحفظ اور مواقع کی فراہمی کے لئے کچھ کر سکتا ہے جبکہ ایک لیڈر کو اپنے پیروکاروں سے وقت، توانائی، صلاحیت وقابلیت اور حمایت درکار ہوتی ہے۔ اداروں کے معمول کے کام کاج اسی بنیاد پر چلتے ہیں۔

سوم، پیروکاری کا تیسرا درجہ تسلیم ورضا کا درجہ ہے۔اس کی بنیاد اس بات پر ہوتی ہے کہ پیروکاروں کو اپنے لیڈر پر اعتماد ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہوتے ہیں اس پر اُنہیں یقین ہوتا ہے۔ ایسے قائدین قابلِ احترام، قابلِ اعتماد اور قابلِ تعظیم ہوتے ہیں۔ لوگ اُن پر اور اُن کے نصب العین پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن یہ اندھا دھند اطاعت یا اندھی تقلید نہیں ہوتی۔ ہر انسان کو زندگی میں ایسے قائدین سے واسطہ پڑتا ہے مثلاً استاد، آجر، خاندان کا کوئی رکن یا دوست جو ضرورت پڑنے پر کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس کی مدد کے لئے آموجود ہوتا ہے۔ایسے مخلص قائد کے ساتھ انسان کی وفاداری اور وابستگی رضا کارانہ اور بغیر کسی شرائط کے ہوتی ہے۔درج ذیل میں دس تجاویز دی جا رہی ہیں جن کے ذریعے ایک لیڈر کے عزت و احترام اور اختیار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے:

(1) ترغیب:

اطاعت، وابستگی اور احکامات کی تعمیل کے لئے ترغیب اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔اس سے قائد کی پوزیشن مستحکم ہوتی ہے۔تاہم یہ ضروری ہے کہ پیروکاروں کو یہ بتایا جائے کہ کیوں اور کیا چیز تعلق برقرار رکھنے کے لئے اُس وقت تک ضروری ہے جب تک مفید اور اطمینان بخش مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر لئے جاتے۔

(2) صبر و تحمل:

پیروکاروں کی جانب سے پیدا کی جانے والی مشکلات، کوتاہیوں اور ناکامیوں کے باوجود اور اہداف کے حصول میں بے صبری اور توقعات کے باوجود ایک طویل مدت تک ادراک اور تناظر برقرار رکھیں اور عارضی مشکلات، رکاوٹوں اور مزاحمت کے سامنے جُھکنے کے بجائے عزم و ارادے کو برقرار رکھیں اور صبر و استقلال سے کام لیا جائے۔

(3) برداشت اور بُردباری:

پیروکاروں سے سختی کا روّیہ اختیار نہ کریں۔ اگر آپ کو خطرہ ہے کہ آپ کے پیروکار اور ماتحت آپ کی کمزوریوں اور حکمت عملیوں کو افشا کر سکتے ہیں تو سخت گیر روّیہ اُن کو آپ کا وفادار نہیں رکھ سکتا۔ آپ کی نرمی اور برداشت ہی اُنہیں آپ سے وفاداری پر مائل کر سکتی ہے۔

(4) قابل تعلیم ہونا:

ایک رہنما اس مفروضے کے ساتھ میدانِ عمل میں آتا ہے کہ اس کے پیروکاروں اور ماتحتوں کے پاس تمام سوالات کے جواب نہیں ہیں۔ وہ ہر معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھتے اور انہیں مختلف نکتہ ہائے نظر کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں۔ یہ رہنما کا کام ہے کہ وہ انہیں علم کے خزانے سے مستفید کرے۔

(5) تسلیم ورضا:

لیڈرشپ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے ایجنڈے کی تعمیل کے لئے ذاتی قابلیت رکھنے کی شرط کے طور پر کوئی ثبوت یا خصوصی کارکردگی کا تقاضا نہ کرے۔لوگوں کو شک کا فائدہ دے۔ جب لیڈرز دوسرے لوگوں کو قبول کر لیتے ہیں تو وہ آپ کے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے رضا کارانہ طور پر اپنی تخلیقی وتعمیری قوتوں کو استعمال کرتے ہیں۔

(6) ہمدردی:

کامیاب قیادت کے لئے ہمدردی اور رحم دلی بنیادی خوبیاں ہیں۔ قائد کو اپنے ماتحتوں اور ملازموں کے لئے حساس دل، خصوصی توجہ دینے والے اور ان کو یاد رکھنے والے رہنما بننا چاہئے۔

(7) کشادہ دلی:

اچھے رہنما کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کے متعلق درست معلومات اور ادراک رکھے۔ان کی عزت کرے۔ اُن کی خواہشات، ارادوں، اقدار اور اہداف کو مکمل اہمیت دی جائے۔محض ان کے روّیے کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ قائد کا روّیہ اُنہیں اس سے وابستہ رکھتا ہے۔

(8) نرمی ودردمندی:

غلطیوں پر گرفت کرنا ضروری ہے لیکن اس سلسلہ میں نرم رویہ اپنایا جائے۔ انہیں اصلاح کی ضرورت سے آگاہ کریں لیکن اس انداز میں کہ یہ آپ کے نہیں اُن

کے اپنے مفاد میں ہے۔ کوتاہیوں کے باوجود جوش و جذبہ کو برقرار رکھیں اور اُنہیں آگے بڑھنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

(9) مستقل مزاجی:

قائد کو چاہیے کہ وہ اپنے روّیے اور کردار میں مستقل مزاجی اور استقامت کا مظاہرہ کرے تاکہ پیروکاروں کو معلوم ہو سکے کہ قیادت کا انداز سازشوں، جوڑ توڑ اور عیاریوں پر مبنی نہیں ہے اور یہ کہ قائد منفی حربے استعمال نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف قیادت، اعلیٰ اقدار، بلند اخلاق اور نیک کردار کی حامل ہے۔

(10) دیانت داری:

قائدین کو چاہیے کہ وہ اپنے قول وفعل میں یکسانیت اور ہم آہنگی برقرار رکھیں۔ وہ جس دیانت داری اور خلوص سے سوچتے ہیں، اپنے عمل میں بھی وہ اُسی کا مظاہرہ کریں۔ دل میں بغض وعناد نہ رکھیں اور نہ دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ دوسروں کی فلاح اور بھلائی کو اوّلین ترجیح دیں۔ اس ارادے کو ذہن میں رکھیں کہ وہ اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔

☆......☆......☆

ابلاغ کی رُکاوٹیں

کسی بھی انسان کے لئے اپنی بات کو درست انداز میں بیان کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سامعین کے موقف کو سُنے، اُسے سمجھے اور اُس شخص کو قابل اعتماد سمجھے۔ دراصل ہم میں سے بیشتر لوگ دنیا کو اس طرح نہیں دیکھتے جس طرح وہ ہے، بلکہ ہم اُسے ٹھیک اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح ہم چاہتے ہیں۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ "ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔" ہمارے تجربات سے اخذ کردہ ادراک ہمارے تصورات، خیالات اور روّیوں کو متاثر کرتا ہے اور جو شخص بھی ہم سے مختلف انداز میں دیکھتا ہے یا محسوس کرتا ہے، ہم اُسے غلط قرار دے دیتے ہیں۔ اپنے ادراک اور موقف کو درست کرنے کے لئے قائدین کو چاہیے کہ وہ اپنے روّیے اور طرزِ عمل کو بہتر بنائیں تاکہ دوسروں کی آراء اور خیالات کو درست انداز میں سمجھ سکیں اور اپنی بات درست طور پر دوسروں تک پہنچا سکیں۔ انہیں مثبت روّیہ اختیار کرنے کے لئے درج ذیل طریقہ کار اپنانا چاہیے۔

(1) انہیں خوش گمانی رکھنی چاہیے اور دوسرے کے خلوص اور سمجھ بوجھ پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔

(2) دوسروں کے ساتھ تعلقات کا احترام کریں اور اختلاف کو خوش اسلوبی سے

ختم کریں اور دوسرے فریق کو کہیں کہ وہ اس مسئلہ کو اپنے نکتہ نظر سے دیکھنے میں آپ کی مدد کرے۔

(3) کھلے دل سے غلطی تسلیم کریں اور خود کو تبدیل کرنے کے لئے آمادہ رکھیں۔

(4) دوسرے کے موقف کو سمجھنے کے لئے اس کو بغور سنیں۔

(5) اپنی بات اس انداز میں سمجھائیں کہ آپ کا موقف بالکل واضح ہو جائے۔

(6) کسی متفقہ نکتے سے گفتگو کا آغاز کریں اور بتدریج اختلافی موقف کی طرف آئیں۔ مؤثر ابلاغ کے لئے لازم ہے کہ انسان بات کرتے ہوئے اپنے مافی الضمیر اور ارادے دونوں پر کنٹرول رکھے اور منطق اور جذبات کے امتزاج سے گفتگو کرے۔ منطق اور جذبات دو یکسر مختلف خوبیاں ہیں۔ ان میں جذبات کی زبان زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ اس لئے یہ اہم ہے کہ ہم اپنے کاموں سے نہیں بلکہ آنکھوں اور دل سے بھی سنیں اور کسی تعصب کے بغیر ابلاغ کے ارادے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہمیں اس موقع پر ضبط و تحمل اور کھلے دل سے کام لینا ہوگا۔ اپنا موقف پیش کرنے کے لئے متبادل نکتہ نظر کو سمجھنے کی کوشش بھی کریں۔ فریق ثانی کی باتیں پوری توجہ اور پوری حاضر دماغی سے سنیں اور خود کو اپنی ذات سے بلند رکھیں۔ نئی باتیں سیکھنے اور تبدیل ہونے کے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔ دوسروں پر اثر انداز ہونے کا ایک یقینی طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ آپ اُن سے متاثر ہو گئے ہیں۔

☆......☆......☆

مؤثر ہونے کے تیس اصول

انسان اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں دوسرے لوگوں پر مثبت اثر ونفوذ کا خواہش مند ہوتے ہیں چاہے اس کا مقصد خواہ کچھ بھی ہو۔ مثال کے طور پر اپنے روزگار میں ترقی، کاروبار میں کامیابی، دوستی برقرار رکھنا، روّیے تبدیل کرنا اور گھریلو تعلقات میں بہتری لانا وغیرہ۔ ذیل میں تیس ایسے مؤثر اصول بیان کئے جاتے ہیں جنہیں اپنا کر ایک انسان اپنے مثبت اثر ونفوذ میں کئی گنا اضافہ کرسکتا ہے۔

(1) منفی یا سخت لہجے سے اجتناب:

انسان کو خاص طور پر جب وہ مشتعل ہو یا تھکا ہوا ہو تو بحث ومباحثہ سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ چڑچڑاپن آپ کی عارضی ذہنی کیفیت کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن آپ کا مخاطب مستقل طور پر مجروح ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں تنقید سے پرہیز کریں اور ضبط وتحمل سے کام لیں۔ اپنا غصہ یا پریشانی اپنے ساتھیوں یا ماتحتوں پر مت نکالیں۔

(2) صبر وتحمل:

شدید تناؤ یا دباؤ کی کیفیت میں انسان بہت سی ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جو وہ نہیں کہنا چاہتا یا ان کے معنی اُس کے پیش نظر نہیں ہوتے یا حقیقت سے اُن کا کوئی

تعلق نہیں ہوتا۔اس کے برعکس صبر دتحمل محبت اور امید کا اظہار ہے۔ یہ بیزاری، بے نیازی یالاتعلق ہونے کا نام نہیں بلکہ قدم بہ قدم آگے بڑھنے کے عمل کا نام ہے۔

(3) انسان اوراس کے روّیہ میں امتیاز:

ہر انسان بُرے روےیے اور غیر معیاری کارکردگی کو ناپسند کرتا ہے لیکن ہمیں متعلقہ شخص کی ذاتی اہمیت اور عزتِ نفس کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے اور اس بات کو کسی مقابلے یا فیصلے سے علیحدہ رکھیں۔ متعلقہ فریق کو یہ بتایا جائے کہ اس کی اہمیت ہے اور اس کی عزتِ نفس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ بات اُسے اپنی کارکردگی کو بہتر بنانے میں پورے زوروشور سے تحریک دے گی۔بسا اوقات لوگوں کی کارکردگی اور اُن کا روّیہ ان کی بنیادی صلاحیتوں سے کسی طور مختلف ہوتا ہے اس لئے ان کی کارکردگی میں امتیاز کرنا اور اس کی صلاحیتوں کا احساس دلانا اعلیٰ نتائج حاصل کرنے کا باعث بنتا ہے۔

(4) پس پردہ خدمات:

جب انسان کسی کے لئے گم نام رہ کر اور خاموشی سے اچھا کام سرانجام دیتا ہے تو اس سے اس کی عزت نفس اور قدر وقیمت کے احساس میں اضافہ ہوتا ہے۔کسی نمودنمائش یابدلہ کی توقع کے بغیر خدمت خلق کرنا دیرپا تاثر قائم کرتا ہے جسے آسانی سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ بے لوث کام اثرونفوذ میں اضافے کا زبردست ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔

(5) جوابی ردعمل کا چناؤ:

جاننے اور عمل کرنے کے درمیان ربط کو انسان اکثر اوقات نظرانداز کر دیتا ہے

اور اپنا جوابی ردعمل منتخب نہیں کرتا۔ حالانکہ اُسے چاہیے کہ وہ پہلے معاملے کا ادراک حاصل کرے اور پھر عمل یا ردعمل کا فیصلہ کرے۔ چناؤ کا مطلب ہے کہ انسان اپنے رویے اور اقدامات کی ذمہ داری قبول کرے، دوسرے لوگوں اور حالات کو موردِ الزام نہ ٹھہرائے۔

(6) وعدوں کی پاسداری:

انسان کا اپنے عزم اور عہد پر قائم رہنا دوسرے لوگوں پر دیرپا اور گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔ اچھا رہنے اور نیک کام کرنے کے لئے ہمیں عہد اور وعدے کرنے چاہئیں تاہم کبھی کوئی ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیے جسے پورا نہ کیا جا سکے اور اس سلسلہ میں مکمل طور پر محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ وعدے پورے کرنے سے دوسروں کا اعتماد اور دل باآسانی جیتا جا سکتا ہے۔

(7) حلقہ اثر پر ارتکاز:

بعض کام اور چیزیں انسان کے براہ راست اختیار میں ہوتی ہیں لیکن مثبت کام کرنے سے انسان کے حلقہ اثر میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو بالواسطہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے جس کے مسائل اس امر کے متقاضی ہوتے ہیں کہ انسان اپنے اثرورسوخ کا انداز تبدیل کرے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ اُس کے ذہن میں ہے وہ دوسرے کے سامنے اُس زبان میں پیش کرے جو دوسرے لوگ سمجھتے ہوں۔ انسان اپنے حالات کو محض اپنے روّیہ میں تبدیلی لا کر تبدیل کر سکتے ہیں۔

(8) محبت وشائستگی:

جب انسان دوسروں سے پیار و محبت کے ساتھ پیش آتا ہے تو وہ دراصل دوسروں کو زندگی کے قوانین کی پاسداری کرنے کی حوصلہ افزائی کر رہا ہوتا ہے بظاہر سخت گیر اور بدمزاج نظر آنے والے لوگ اندر سے عام طور پر نرم مزاج ہوتے ہیں۔ اگر ان کے خیالات کانوں کے بجائے دل سے سنے جائیں تو معلوم ہو گا کہ وہ کتنے نرم دل اور حلیم الطبع ہیں۔ ان سے محبت سے پیش آ کر زیادہ سے زیادہ اثر ونفوذ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ محبت اور شائستگی سے بھرپور روّیہ غیر مشروط اور پُرخلوص ہونا چاہیے۔ یاد رکھیں پیار ومحبت سے انسان تو انسان جانور بھی آپ کا دم بھرنے لگتے ہیں۔

(9) خوش گمان رہنا:

دوسروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا اور اچھے مفروضے قائم کرنے سے صورتحال میں مثبت تبدیلی آتی ہے کیونکہ اچھی سوچ سے اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔ ہر شخص کی بہت سی سمتیں اور صلاحیتیں ہوتی ہیں کچھ نظر آنے والی اور کچھ پوشیدہ۔ جس طرح کا سلوک اس کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ اسی طرح کا ردعمل دیتا ہے۔ لیکن دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں یا اُن کے اعتماد سے فائدہ اُٹھانے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ لوگ بے وقوف یا سادہ لوح ہوتے ہیں لیکن بیشتر افراد ایسے نہیں ہوتے اور قائدین کے وفادار ہوتے ہیں کیونکہ قائدین ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ محض چند افراد کی وجہ سے تمام لوگوں پر بداعتمادی نہیں کریں۔ جب انسان دوسروں کے لئے اچھا سوچتے ہیں اور اُنہیں اچھا سمجھتے ہیں تو ان کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کر لیتے ہیں۔

(10) خود شناسی:

انسان جب دوسروں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر خود کو سمجھے جانے کی خواہش کرتا ہے تو دراصل دوسروں کے ساتھ ایک تعلق پیدا کرتا ہے اور جب یہ رابطہ قائم ہو جاتا ہے تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی بات توجہ سے سنیں اور یہ سوچیں کہ اگر میں اُس کی جگہ ہوتا تو کیا فیصلہ کرتا۔ لیکن اس کے لئے صبر، جرأت اور تحفظ کے اندرونی ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک دوسرے لوگ یہ محسوس نہ کریں کہ آپ اُنہیں سمجھتے ہیں، وہ آپ کے اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

(11) دیانتدارانہ سوالات کا احترام:

بعض افراد کھلے عام اظہار اور سوالات پر مشتعل ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو دبا دینا چاہتے ہیں اُنہیں ڈانٹ دیتے ہیں، تنقید کرتے ہیں اور انہیں خوف زدہ کرتے ہیں۔ اس لئے دوسرے لوگ سامنا کرنے سے گریز کرتے ہیں، خود کو محفوظ کرنا اور سوال سے گُریز کرنا سیکھ جاتے ہیں لیکن یہ حقیقت بھی مدنظر رہے کہ دیانت دارانہ ابلاغ کی راہ میں بڑی رکاوٹ بھی تنقید برائے تنقید کی عادت ہے۔

(12) افہام وتفہیم پرمبنی جواب:

مفاہمت پرمبنی جوابات سے دوسرے لوگ آپ کے مسائل اور احساسات کو سمجھتے ہیں۔ آپ کو ذمہ دارانہ خودمختاری میں نیا حوصلہ اور ولولہ ملتا ہے اور تعلقات میں باہمی اعتماد آتا ہے۔

(13) صدمہ کی صورت میں پیش قدمی:

اگر کوئی فرد آپ کو صدمہ پہنچاتا ہے یا آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے، ناراض کرتا ہے تو آپ کو چاہیے کہ آپ آگے بڑھیں اور معاملے کو صاف کریں۔ کوئی اقدام نہ کرنے کی صورت میں صورتحال خراب اور پیچیدہ ہوسکتی ہے لیکن یہ اقدام غصے اور انتقام کے جذبہ کے ساتھ نہ کریں بلکہ جو شخص آپ کو ناراض کر رہا ہے اُسے اپنے جذبات سے آگاہ کریں، جوابی الزام تراشی کے بجائے اُسے شائستگی سے سمجھائیں۔ اس طرح دوسرے فریق کی عزت نفس بھی محفوظ رہتی ہے اور وہ بے عزتی محسوس کیے بغیر اپنی اصلاح اور روّیے کو بہتر بنا لیتا ہے۔ یاد رکھیں! ہمارے محسوسات، ادراک اور خیالات بعض اوقات حقائق پر مبنی نہیں ہوتے۔

(14) غلطی کا اعتراف اور معذرت:

انتہائی کشیدہ اور تلخ صورتحال میں انسان کو یہ تسلیم کرنے میں عار نہیں ہونی چاہیے کہ جزوی طور پر وہ بھی قصوروار ہوتا ہے۔ محض روّیے کو بہتر بنانے سے صورتحال معمول پر نہیں آسکتی۔ معذرت کرنا ضروری ہے لیکن کوئی وضاحت، کوئی جواز پیش نہ کریں اور نہ کوئی مدافعت کریں بلکہ کھلے دل سے معافی مانگیں۔

(15) بحث ومباحثہ سے گریز:

فضول اور غیر ذمہ دارانہ الزامات کا جواب دینے سے گریز کیا جائے، اس طرح کے شوشے ہوا میں تحلیل ہونے دیں یہاں تک وہ اپنی اہمیت کھو بیٹھیں گے۔ اگر آپ جواب دینے پر اُتر آئیں گے تو غصے اور عناد کو مزید ہوا دیں گے۔ آپ خاموشی سے

اپنے کام میں لگے رہیں۔ خواہ مخواہ کی تکرار میں خود کو مت شامل کریں۔ خود کو جائز اور حق پر مبنی ثابت کرنے کے لئے مباحثہ تعلقات کو مزید خراب کر دیتا ہے۔

(16) حقوق العباد کی ادائیگی:

بعض افراد اپنے فرائض منصبی سے گہری وابستگی اور دلچسپی رکھتے ہیں، مذہبی امور اور معاشرتی معاملات میں بھی بڑے سرگرم ہوتے ہیں، دوسروں کے لئے کام کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتے ہیں لیکن اپنے جیون ساتھی سے اُن کے تعلقات کوئی زیادہ خوشگوار نہیں ہوتے یا گرم جوشی سے عاری ہوتے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ کردار، ہمدردی، تحمل اور منکسر المزاجی کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے اپنی شریک حیات کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہوں۔ اس کے بعد خود کو دوسرے لوگوں کے لئے وقف کرنے کا جواز موجود ہوتا ہے اسی طرح شریک حیات کے ساتھ ساتھ انسان کو اپنے بچوں کو بھی وقت دینا چاہیے۔ان کی بات غور سے سنیں، ان کی بات کاٹنا، ہر وقت نصیحت کرتے ر[illegible] اور اُن کا موازنہ دوسروں کے ساتھ کرنا کسی طور درست نہیں۔

(17) مشترکہ چیزوں کے لئے عہد کی تجدید:

انسان کو ایسی باتوں کے لئے اپنی وابستگی اور کمٹ منٹ کا اعادہ کرتے رہنا چاہیے جو وہ اپنے خاندان، اپنے دوستوں اور ساتھی کارکنوں کے ساتھ جڑے رہنے کے لئے کر چکا ہے۔ اس کی وفاداریاں اور احساسات ان لوگوں سے وابستہ ہیں نہ کہ اُن پریشانیوں اور مسائل سے جڑے ہیں جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اختلافات سے راہِ فرار اختیار نہیں کی جاتی بلکہ انہیں خوش اسلوبی سے طے کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی مسئلہ یا موقف اتنا اہم نہیں ہوتا جتنے اہم تعلقات اور رشتے ہوتے ہیں۔

(18) دوسروں سے متاثر ہونا:

یہ احساس کہ ہم دوسروں سے متاثر ہو سکتے ہیں دوسرے لوگوں کو ہمارے قریب لے آتا ہے۔ جب کوئی دوسرا آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ آپ واقعی اس کا خیال کرتے ہیں، اس کی پرواہ کرتے ہیں اور اس کے مسائل کو سمجھتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ آپ اس کے زیراثر ہیں۔ پھر وہ آپ پر کھل جاتا ہے۔

(19) فرد اور صورتحال کی قبولیت:

کسی بھی انسان کو تبدیل کرنے یا بہتر بنانے کے لئے پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اُسے اسی طرح قبول کریں جیسا وہ ہے۔ اگر آپ اس پر تنقید کرتے ہیں اور اس کا مقابلہ کسی سے کرتے ہیں تو وہ فوراً دفاعی پوزیشن میں آجاتا ہے۔ کسی کو قبول کرنے کا یہ ہرگز معنی نہیں کہ آپ اس کی بُرائی کو جائز قرار دے رہے ہیں یا اس کے موقف سے متفق ہیں۔ اس کو اپنانے کا مطلب ہے کہ آپ اسے بتا سکتے ہیں کہ وہ ایک مختلف انداز سے سوچتا ہے جسے تبدیل کیا جا سکتا یا بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

(20) مکالمہ سے پہلے ذہنی طور پر تیاری:

انسان جو کچھ کہتا ہے وہ بعض اوقات اتنا اہم نہیں ہوتا جتنا اہم یہ ہوتا ہے کہ وہ کس طرح کہہ رہا ہے۔ بات چیت سے پہلے اپنی حاضر دماغی کو بیدار کریں، خوش مزاجی اور شگفتگی کو حرکت میں لائیے، اپنی ذات کے بہترین پہلو کو منتخب کریں اور مفاہمت کے لئے اپنے عزم کا اعادہ کریں۔

(21) اختلافات طے کرنے کے لئے بحث:

اکثر اوقات جب کسی بات پر اختلاف پیدا ہوتا ہے تو لوگ لڑنے پر اُتر آتے ہیں یا راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ باقاعدہ مار پیٹ، نکتہ چینی، استہزائیہ انداز، طنز اور دوسروں کو کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بعض افراد خاموش ہو جاتے ہیں لیکن دل میں گرہ پڑ جاتی ہے وہ بعدازاں کسی موقع پر انتقامی کارروائی یا بدلہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ لڑنے یا میدان چھوڑنے پر مشتمل دونوں طرزِ عمل درست نہیں۔ اختلافات اور تنازعات کو شائستگی سے طے کیا جائے اور اگر موقف غلط ہو تو اس کو تسلیم کر کے معذرت کی جائے۔

(22) افہام و تفہیم کے لئے وقت:

اختلافات انسان کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے شاندار مواقع فراہم کرتے ہیں۔ سمجھانے کا وقت وہ ہوتا ہے جب لوگ خطرہ محسوس نہ کر رہے ہوں اور کھلے دل و دماغ سے آپ کی بات سننے پر آمادہ ہوں۔ لیکن جب لوگ اپنے مفادات کو خطرے میں محسوس کر رہے ہوں تو سکھانے کا عمل مزید ناخوشگواری پیدا کرتا ہے۔ اس لئے سکھانے کے لئے مناسب موقع کے منتظر رہیے۔ سکھانے کا ایک اور مناسب وقت وہ ہوتا ہے جب آپ خود پریشان اور ناراض نہ ہوں اور پیار، احترام اور داخلی تحفظ کے احساس سے سرشار ہوں۔ لیکن اگر آپ ایسے وقت میں نصیحت کا باب کھول دیں گے جب دوسرا شخص جذباتی طور پر بیزار، مایوس یا دباؤ میں ہو تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی ڈوبتے انسان کو تیرنا سکھانا شروع کر دیں۔

(23) توقعات کے مطابق اتفاق کیجئے:

آپ جانتے ہیں کہ کیا متوقع ہے، کیا حدود و قیود ہیں اور کیا نتائج نکلیں گے۔ لیکن زندگی میں بسا اوقات غیر یقینی صورتحال اور من مانے ضابطے پیش آتے رہتے ہیں جو آج مستعمل ہے ممکن ہے وہ کل متروک ہو جائے۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ بعض لوگ دوسروں کو منفی ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنے حق میں رکھتے ہیں جو کسی صورت درست نہیں۔

(24) اطاعت یا دستبرداری مت قبول کریں:

لوگوں کو اُن کے روّیے کے بھیانک نتائج سے محفوظ رکھنا درست نہیں ہے۔ نتائج کا سامنا کر کے اصلاح کی ضرورت اور طاقت اُبھرنے دیں۔ جب ہم کسی غیر ذمہ دارانہ روّیے کو ہمدردی کے تحت معاف کر کے تسلیم کر لیتے ہیں تو دراصل اُسے جائز قرار دیتے ہیں اور اگر چشم پوشی کرتے ہیں تو ان کی کوششوں کے محرک کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ نہ تو دست برداری اختیار کریں اور کسی سے دب جائیں اور کم از کم مزاحمت کی راہ اختیار کریں۔

(25) دوسروں کے جذبات ومحسوسات کو سمجھیں:

کوئی بھی انسان یہ نہیں چاہتا کہ اہم اور دُوررس فیصلے، جذباتی تناظر اور موڈ، تشکیک اور عدم تحفظ کی بنیاد پر کریں۔ ہمیں اپنی عارضی جذباتی کیفیت کا اسیر نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ بعض لوگ اپنے علم کی بنیاد پر کچھ کرنے کے بجائے اپنے احساسات کی بنیاد پر کارروائی کرتے ہیں۔ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ جب ہمارا

استدلال اور منطق دوسروں کے جذبات اور احساسات کو متاثر نہیں کر رہے ہوتے تو پھر ایسی صورت میں اُن کا موقف سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ کوشش قبولیت پیدا کرتی ہے۔

(26) استدلال وجذبات کا امتزاج:

بحث و مباحثہ میں کسی متفقہ نتیجے پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ منطق و استدلال کے ساتھ جذباتی ہوکر بھی گفتگو کی جائے کیونکہ بہت سے لوگ صرف دلیل کی بات سننا پسند کرتے ہیں اور بعض جذباتی باتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔

(27) اختیارات کی سپردگی:

جب انسان کسی کو اپنا نمائندہ بناتا ہے اور اُسے اپنے اختیارات سونپتا ہے تو اس کے لئے جرأت اور حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ہم اس شخص کو اپنی ساکھ، دولت اور وقت کی بنیاد پر غلطی کرنے اور خطرات مول لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ جرأت دوسروں کی قابلیت پر اعتماد اور انفرادی اختلاف رائے کے احترام پر مشتمل ہوتی ہے۔ اختیارات کی تفویض دوطرفہ ہوتی ہے یکطرفہ نہیں۔ ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں اور اُنہیں قبول کیا جاتا ہے۔

(28) بامقصد منصوبوں کا اجراء:

بامقصد اور بامعنی منصوبوں سے لوگوں میں صحت مند رجحانات جنم لیتے ہیں۔ یہ بامقصد اس وقت ہوتے ہیں جب لوگوں کو منصوبہ بندی کے عمل میں شامل کیا جائے۔اس طرح کے منصوبوں کے بغیر زندگی بے معنی ہوتی ہے۔زندگی ان لوگوں پر

تنگ ہو جاتی ہے جو کام کاج ترک کر دیتے ہیں اور تناؤ اور کشیدگی سے آزاد صورت حال کی تلاش میں ہوتے ہیں۔زندگی اس تناؤ اور کشیدگی کے درمیان ہے کہ اب ہم کس مقام پر ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں باالفاظ دیگر ہمارے سامنے ایک بامقصد کوشش کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

(29) قانون کی نشوونما:

کائنات کی اہم حقیقتوں میں سے ایک اہم حقیقت مکافاتِ عمل کا اصول ہے یعنی ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' یا پھر ''آپ وہ کاٹتے ہیں جو آپ بوتے ہیں۔'' اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی عمل کے کرنے سے قبل یہ سوچا جائے کہ اس کے کیا مضمرات ہیں اور یہ کہ اگر یہ سلوک میرے ساتھ کیا جائے تو کیا مجھے قابل قبول ہوگا یا میرا ردِعمل منفی ہوگا۔

(30) فطری نتائج تسلیم کرنے کا رویہ:

لوگوں کے افعال و اقدامات کے منطقی یا فطری نتائج کو روکا نہیں جاسکتا بلکہ لوگوں کو ان کے نتائج کو تسلیم کرنے کے لئے ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے کی تربیت دی جانی چاہیے۔ممکن ہے بہت سے لوگ اس بات کو پسند نہ کریں لیکن مقبولیت ایک عارضی پیمانہ ہے جس کے ذریعے کردار کو پرکھا جاتا ہے جو کچھ زیادہ درست پیمانہ نہیں۔ اس کے برعکس انصاف اور اصولوں کی پاسداری سے سچی محبت ہوتی ہے۔محض لوگوں میں مقبول رہنے کے لئے ان کے غلط اقدامات کو تحفظ دینا اور اُن کے منطقی نتائج سے محفوظ رکھنا خود اُن کے ساتھ ظلم ہے۔اس طرح وہ سیکھنے اور اپنے روّیے کو بہتر بنانے سے محروم رہ جائیں گے۔

دوسروں پر مثبت طور پر اثر انداز ہونے کے لئے لازم ہے کہ انہیں نصیحت کرنے سے پہلے انہیں سمجھا جائے۔اس طرح طرزِ عمل یا روّیہ تبدیل کئے بغیر تعلقات بحال کرنے کی کوششیں بھی بے سود ثابت ہوتی ہیں۔اگر طرزِ عمل خلوص سے عاری ہے تو کامیابی کی توقع عبث ہے۔اسی طرح جن لوگوں کے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات ہوتے ہیں تو اثر ونفوذ کے لئے وہ تعلقات کافی نہیں ہوتے بلکہ انہیں سکھانا اور سمجھانا بھی اتنا ہی ضروری ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

خوشگوار ازدواجی و خانگی تعلقات

فرائض منصبی کی کامیابی سے ادائیگی کسی طور ازدواجی اور خانگی زندگی میں مشکلات اور ناکامی کا ازالہ نہیں کرسکتی۔ بیوی اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور دیگر عزیزواقارب سے تعلقات میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ اگر مناسب دلچسپی نہ لی جائے اوراقدامات نہ کئے جائیں تو علیحدگی اور کشیدگی کا خطرہ موجود ہوتا ہے۔اس خطرہ کو دُور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے گھر کے اندر اور باہر کی زندگی اورمصروفیات میں ایک توازن برقرار رکھے بصورتِ دیگر نتائج ناکام شادی اورطلاق کی صورت میں نکلتے ہیں۔گھریلو اور ازدواجی زندگی کوخوشگوار بنانا جوئے شیرلانے کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں آٹھ اہم اصول دیئے جاتے ہیں جن کو اپنا کر انسان ازدواجی اور خاندانی تعلقات کومضبوط اور مستحکم بنا سکتا ہے۔

(1) طویل مدت منصوبہ بندی:

ازدواجی زندگی اور خاندانی تعلقات عارضی نوعیت یامختصر مدت کی توجہ کے متقاضی نہیں ہوتے بلکہ زندگی بھر کی توجہ چاہتے ہیں اور اگر گھریلو تعلقات خوشگوار نہ ہوں اور ذہنی سکون میسر نہ ہوتو زندگی کے دیگر شعبوں میں محنت، کوشش اور مسائل کا سامنانہیں کیا جاسکتا۔آپ اپنی ازدواجی اورگھریلو زندگی میں مختصرمدت اورطویل مدت

مسائل، تشویش اور ایسے سوالات کی فہرست بنائیں جو آپ کو مسلسل پریشان کر رہے ہیں۔ آپ اس فہرست میں خاوند/ باپ اور بیوی/ ماں کے کردار کے حوالے سے متعلق معاملات نوٹ کر سکتے ہیں۔ اب ان مسائل کا باری باری جائزہ لیں۔ مختصر مدت کے مسائل سے شروع ہو کر طویل مدت معاملات اور وابستگیوں کی جانب آئیں۔ اس فہرست سے آپ کو اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ تعلقات کے بارے میں سوچنے کا موقع ملے گا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ خیال اور حقیقت کے درمیان فاصلے کو مٹائے اور دو الگ الگ دنیاؤں میں رہنے سے گریز کرے۔

(2) ازدواجی وخاندانی زندگی کا پلاٹ:

انسان اپنے بچپن میں اپنے بزرگوں بالخصوص والدین کی محبت، رہنمائی، مدد اور تعاون کا محتاج ہوتا ہے۔ اس کے بچپن کے تجربات اس کی زندگی کا رُخ متعین کرتے ہیں۔ والدین اور اُن کے قریب پائے جانے والے دوسرے بڑے لوگ انسان کے لئے مثال کا درجہ رکھتے ہیں۔ اچھائی اور برائی کی شناخت اُنہیں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ وہ لاشعوری طور پر بچوں کے لئے رول ماڈل کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان اعلیٰ اخلاقی اقدار کے بارے میں تقریریں اور نصیحتیں کرنے کے بجائے عملی طور پر اچھی مثال قائم کرے اور زندگی میں بے جا تنقید، ڈینگیں مارنے، بے حسی اور محبت سے عاری ہونے کا مظاہرہ کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔ خاوند اور بیوی مختلف معاملات میں فرائض اور حقوق کے حوالہ سے ایک دوسرے سے پیار و محبت سے بات چیت کر کے اپنا اپنا کردار متعین کر سکتے ہیں ورنہ دونوں ایک دوسرے پر الزام تراشی کر کے اپنی زندگی اجیرن کر لیں گے۔

(3) اپنے کردار پر غور کریں:

میاں بیوی اور والدین تین طرح کے مختلف کردار ادا کرتے ہیں۔ پروڈیوسر، منیجر اور لیڈر۔۔۔ پروڈیوسر ایسے کام سرانجام دیتا ہے جو مطلوبہ نتائج کے حصول کیلئے ناگزیر ہوتے ہیں۔ بچے چاہے وہ لڑکیاں ہوں یا لڑکے ہوں اپنے کمرے خود صاف کرتے ہیں، باپ کما کر لاتا ہے اور دیگر بیرونی کام انجام دیتا ہے، ماں شیرخوار بچے کو سنبھالتی ہے، گھر میں کھانا پکاتی ہے اور بڑے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ بچے تربیت یافتہ نہیں ہوتے اور عام طور پر اپنے حصے کا کام بھی کرنے سے گریزاں ہوتے ہیں جبکہ بہت سے والدین بھی اپنے اختیارات اور ذمہ داریاں دوسروں کو نہیں سونپتے اور سارا کام خود کرتے ہیں۔ بالآخر خود کو نڈھال کر لیتے ہیں اور رات کو بستر پر اس طرح جاتے ہیں کہ وہ تھکاوٹ سے چورچور ہوتے ہیں اور ان کا یہ شکوہ ہوتا ہے کہ دوسرے افراد اُن کی مدد نہیں کرتے۔

منیجر کے کردار میں ماں باپ گھر اور باغیچے کی ذمہ داریاں بچوں کو سونپتے ہیں اس سے والدین کو سہولت میسر آتی ہے اور کام میں مستعدی آجاتی ہے لیکن والدین بچوں کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی تلافی کرتے ہیں اور کچھ مدت بعد مستعدی کے ساتھ ساتھ کام درست انداز میں کرنے پر زور دینے لگتے ہیں جس سے کام کا معیار بہتر ہو جاتا ہے لیکن والدین کو اچھے منیجر بننے کے لئے خودمختاری، داخلی تحفظ اور خودانحصاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ایک لیڈر کے کردار کے ذریعہ والدین مثبت تبدیلیاں متعارف کراسکتے ہیں لیکن تبدیلیاں لوگوں کو پریشان کرسکتی ہیں۔ ان میں خوف اور غیر یقینی صورتحال پیدا ہوجاتی ہے اور لوگ عدم تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اگر باپ منیجر کے رول میں ہو اور ماں پروڈیوسر کے کردار میں لیکن رہنمائی کا فریضہ کوئی بھی انجام نہ دے تو پھر بچے زیادہ مددگار ثابت نہیں ہوتے۔ اُن میں باہمی تناؤ رہتا ہے۔ لیڈر کا یہ کردار ہوتا ہے کہ وہ رول ماڈل بنے اور عقل مندی کے ساتھ منزل کا تعین کرے۔

(4) اہداف کا ازسرنو تعین:

ازدواجی اور خانگی زندگی میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ایسے وسائل اور اثاثوں کو محفوظ اور وسیع تر کرنا چاہیے جو ہمارے لئے آگے چل کر سودمند ثابت ہوں۔ اگر والدین نوجوان بچوں کو نظرانداز کرتے ہیں تو باہمی اعتماد ختم ہو جائے گا اور ابلاغ کی سطح کم ہو جائے گی اور بیٹا باپ سے اُن معاملات پر مشورہ نہیں کرے گا جن کے لئے تجربے اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ محدود اور عارضی جذباتی کیفیت میں رہ کر فیصلے کرے گا جن کے منفی نتائج نکلیں گے۔ ازدواجی تعلقات اور خاندانی رشتے ناطوں کو فروغ دینے کے لئے شارٹ کٹ، منافقت اور تحریص وترغیب عارضی طور پر تو شاید کردار کی خامیوں کو چھپا دیتے ہیں لیکن آنے والی زندگی میں کوئی بھی طوفان ان خامیوں کو عیاں کر دیتا ہے۔ مزید براں خودغرضی ازدواجی اختلافات اور طلاق کے بنیادی اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ اسی طرح دھمکی، خوف اور لالچ ایسے منفی حربوں کے ذریعہ والدین بچوں سے جب وہ چھوٹے ہوتے ہیں، اپنی بات منوا لیتے ہیں۔ لیکن یہی بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو والدین کی دھمکیاں بے اثر ہو جاتی ہیں اور وہ نتائج نہیں ملتے جو والدین چاہتے ہیں اور والدین کا اثر ونفوذ بچوں پر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

(5) خاندانی نظام ہم آہنگی کرنا:

ایک خاندان کی بقاء کے لیے انسان کو چار ذیلی نظاموں کی ضرورت ہوتی ہے۔اوّل: اہداف اور منصوبے، دوم: رہنمائی اور رہنما اصول، سوم: تعلیم و تربیت، چہارم: ابلاغ اور مسائل حل کرنے کا طریقہ کار۔

اگر انسان کے خاندان میں تعلیم و تربیت کا کوئی پروگرام نہیں ہے تو پھر ابلاغ اور مسائل حل کرنے کی صلاحیتوں کو کیسے نشوونما دیں گے اور اگر آپ کے پاس مسائل حل کرنے اور باہمی ابلاغ کا کوئی میکنزم نہیں ہے پھر آپ اخلاقی اقدار کی وضاحت، اہداف کا چناؤ اور ان کے حصول کی منصوبہ بندی کیسے کریں گے۔رہنمائی کیسے کریں گے اور نظم وضبط کیسے قائم کریں گے۔اس لئے ضروری ہے کہ یہ چاروں نظام ہر سطح پر بیک وقت مگر بتدریج متعارف کرائے جائیں کیونکہ یہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

(6) تین ضروری مہارتیں:

وقت کے منظم انداز میں استعمال، ابلاغ اور مسائل کو بروقت اور مؤثر انداز میں حل کرنا ایسی مہارتیں ہیں جو خانگی اور ازدواجی زندگی میں ہر مرحلے میں درکار ہوتی ہیں۔ہم دوسروں کے روّیہ کے لئے تو کچھ نہیں کر سکتے لیکن اپنے روّیہ کو تو بہتر بنا سکتے ہیں خصوصاً ہم اپنا وقت کس طرح منظم کرتے ہیں ہم کس طرح دوسروں کے ساتھ ابلاغ کرتے ہیں اور کس طرح زندگی کے مسائل اور پریشانیوں سے نمٹتے ہیں۔

(7) داخلی تحفظ کا حصول:

بیشتر لوگ اپنا احساسِ تحفظ خارجی ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں۔ ان ذریعوں

میں ماحول، اثاثے اور شریک حیات سمیت دوسروں کی رائے شامل ہوتی ہے۔ خارجی ذرائع پر انحصار کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں حالات کے رحم وکرم پر ہوتی ہیں۔اس کے برعکس ہمیں چاہیے کہ ہم اُن ذرائع سے احساسِ تحفظ اور خوداعتمادی حاصل کریں جو حالات میں تغیروتبدل کے باوجود مستحکم اور معاون رہتے ہیں۔ اپنی زندگی کو ازسرنو مرتب کرنے کی قابلیت جرأت اور حوصلہ مانگتی ہے۔انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر کو مسلسل تعلیم دے اور اُس کی آواز سنے۔غوروفکر اور عبادت کی عادت بنائے اور مذہبی اور نظریاتی لٹریچر کا باقاعدگی سے مطالعہ کرے۔فطرت کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہونا سیکھے۔خوبصورت پہاڑوں، ساحل سمندر، حسین وادیوں، دریاؤں اور جھیلوں کے حسین مناظر سے حظ اُٹھائے۔فطرت ہماری زندگی کو ازسرنو مرتب کرنے کے عمل میں شاندار مہمیز کا کام کرتی ہے۔باقاعدگی سے ورزش کی عادت کی اہمیت پر کوئی دورائے نہیں۔

(8) خاندان کا نصب العین:

اگر انسان طویل مدت مقاصد کا حصول چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ مرکزی اقدار اور اہداف کی نشاندہی کرے اور پھر اپنے نظام کو ان اقدار اور اہداف سے ہم آہنگ اور مربوط کرے۔کسی خاندان کا مرکز تبدیل نہ ہونے والا ہونا چاہیے اور اسے اپنے مقام پر متعین رہنا چاہیے۔

بہت سے خاندان فوری تسکین کی بنیاد پر متحد ہوتے ہیں اور اس اتحاد کی بنیاد ٹھوس اعلیٰ اقدار اور مثبت جذبات نہیں ہوتے۔اس لئے جب دباؤ اور کشیدگی پیدا ہوتی ہے تو لوگ ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں اور ایک دوسرے پر کڑی تنقید

کرنے لگتے ہیں۔ بعض افراد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ بچے اس پورے عمل کا بغور مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ اُن کے بڑے مسائل کو کس طرح حل کرتے ہیں۔ پھر یہی سلسلہ آنے والی نسلوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔

ایک آئیڈیل خاندان کا مشن سچائی، نظم وضبط، خوشی، محبت اور آرام کرنے والی جگہ یعنی گھر کی تعمیر ہونی چاہئے، جہاں ہر فرد کو ایسے مواقع میسر آئیں کہ وہ ذمہ داری کے ساتھ آزادی اور مؤثر انداز میں ایک دوسرے پر انحصار کرے اور کارآمد اور مفید مقاصد کو حاصل کرے۔

☆......☆......☆

سات مؤثر عادات اور 14 اہم نکات

بہت سے منتظمین اعلیٰ اور کامل معیار کے اصول کونظرانداز کر دیتے ہیں حالانکہ معیار ہی وہ پیمانہ ہے جو کسی بھی ادارہ کی کامیابی، اس کی ساکھ اور اعتبار کے لئے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ سات مؤثر عادات سے وابستہ اصولوں کی روشنی میں زندگی گزار کر لوگ باہمی انحصار کے ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زیادہ مؤثر انداز میں کام کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔اس صورتحال میں زیادہ ابلاغ، تعاون ورابطہ، مشترکہ عمل، تخلیق، کام میں تیزی، نت نئی اختراعات اور اعلیٰ معیار حاصل ہوتا ہے۔ یہ سات مؤثر عادات ذیل میں تفصیلاً بیان کی جاتی ہیں:

(1) پیشگی اقدام کیلئے ہمہ وقت تیار:

پیش قدمی کا مطلب جارحیت یا مسلط ہونا نہیں بلکہ پیشگی اقدام سے مراد پیش قدمی کرنے اور خارجی محرک پر ردعمل دینا ہوتا ہے۔کسی بھی ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی سے تدارک کے اقدامات ہی دراصل Proactive ہونا ہے۔ایسے لوگ اور ادارے خودشناس اور عاقبت اندیش ہوتے ہیں،اپنے اقدامات کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور صورت حال خراب ہونے پر الزام اور ذمہ داری دوسروں پر نہیں

ڈالتے۔ دوسروں پر اثر ونفوذ بڑھانے سے پیشتر خود کو تبدیل کر کے بہتر بناتے ہیں اور اپنے رویہ کو مسترد کرنے سے نہیں گھبراتے۔

(2) انجام مدنظر رکھ کر آغاز کرنا:

قیادت کو چاہیے کہ وہ اشیاء کے بجائے انسانوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرے کیونکہ دیرپا نتائج اور ترقی کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔ مشینوں اور آلات کے بجائے تعلقات کو اہمیت دی جائے اور سرگرمیوں کے بجائے اقرار اور اصولوں کو مدنظر رکھا جائے۔ مصنوعات اور خدمات کو بہتر بنانے کے لئے مسلسل بہتری اور معیار برقرار رکھنے کے نظام کو وضع کیا جائے، تاہم یہ مشن اور اغراض ومقاصد ادارے یا تنظیم کے ہر رکن کو واضح طور پر معلوم ہونے چاہئیں اور ان کے حصول کے لئے مناسب طریقہ کار اور اعلیٰ وارفع اصولوں پر عمل پیرا ہوا جائے۔

(3) اہم ترین کام سب سے پہلے:

پیشگی اقدامات اور انجام کو مدنظر رکھ کر کام کا آغاز کرنے والے افراد اور ادارے اپنے شیڈول میں طے کی گئی ترجیحات کی روشنی میں وقت کو منظم طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ اپنی ترجیحات کو شیڈول کے تحت منظم کرنا زیادہ مؤثر اور ازحد ضروری ہے جن کی نشاندہی کردار اور اہداف کے امتزاج سے ہوتی ہے اور جن کو مشن کے ذریعہ متعین کیا جاتا ہے چاہے وہ مشن ایک انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر۔

(4) باہمی مفادات کا حصول:

فتح اور شکست کے تصورات اور ماضی کے تجربات اسکول، کھیل، خاندان،

کاروبار، سیاست اور تعلیم میں تعاون کے بجائے مقابلہ اور موازنہ کی شکل میں ملتے ہیں اور پورے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔اس کے برعکس امدادِ باہمی کے کسی بھی پائیدار تعلق کے لئے ضروری ہے کہ ایسی سوچ کو فروغ دیا جائے کہ سب کے لئے بہت کچھ ہے۔اس سوچ سے انسان دوسرے فریق کے لئے پرخلوص خواہش رکھتا ہے اور اس اصول کے پیش نظر تعلقات کو تمام فریقوں کے لئے باہمی مفاد کا حامل ہونا چاہیے۔ معاشرے میں جیت اور ہار کی روایتی سوچ متعدد انتظامی مسائل کی جڑ ہے۔حالانکہ ''سب کے لئے بہت کچھ'' کا مطلب یہ ہے کہ کاروباری حریفوں کے لئے بھی میدان میں بہت کچھ ہے۔

(5) سمجھنا اور سمجھانا:

ایک فرد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے پوری سچائی کے ساتھ دوسرے لوگوں کو سمجھے اور پھر اُنہیں اپنا موقف سمجھائے۔تعلقات میں ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اور وہ دنیا کو دوسروں کی آنکھ سے دیکھنے اور دل ودماغ سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔صرف اپنے خیالات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے موقف کا دفاع کرتے ہیں، مخالف رائے پر تنقید اور اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دوسروں کو سمجھنے کے لئے نہیں سنتے بلکہ جواب دینے کے لئے سنتے ہیں۔

(6) تخلیقی تعاون:

اعتماد کی فضا اور بلاجھجک ابلاغ کے ماحول میں جب لوگ باہمی انحصار کے ساتھ کام کرتے ہیں تو تخلیقی کارکردگی دکھانے کے قابل ہو جاتے ہیں جو پہلے سے کہیں

بڑھ کر بہتر اور جدت واختراع پر منتج ہوتی ہے۔ باا عتماد باہمی تعلقات اتحادِ عمل کو جنم دیتا ہے اور اتحادِ عمل سے مکمل معیار اور اعلیٰ کارکردگی سامنے آتی ہے جو مسلسل بہتری اور مسلسل جدت پر مشتمل ہوتی ہے۔ بیشتر رکاوٹوں اور مسائل کو انفرادی اقدامات کے بجائے باہمی انحصار اور اتحادِ عمل کے ذریعہ باآسانی حل کیا جاسکتا ہے۔

(7) مسلسل بہتری کا اصول:

انسانوں اور اداروں کی چار بڑی ضروریات ہوتی ہیں جن میں معاشی، ذہنی، جذباتی اور روحانی ضروریات شامل ہیں۔ ان چاروں ضروریات کو پورا کر کے ہی انسانوں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جاسکتا ہے اور اس میں مسلسل بہتری لائی جاسکتی ہے۔ بااصول قیادت ان پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتی ہے کہ کس طرح افراد اور ادارے اپنی قابلیت اور استعداد کار کو بہتر بنا کر اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ مسلسل سیکھنے کا عمل، نت نئی صلاحیتیں پیدا کرنا اور پرانی قابلیت کو بہتر بنانا ہی اداروں کے فروغ کیلئے ناگزیر ہے۔

☆......☆......☆

ادارے کی بہتری کیلئے چودہ نکات

(1) خدمات اور مصنوعات کے معیار کو بہتر بنانے کی غرض سے ادارے مستحکم بنائیں تاکہ منڈی میں موجود رہ کر اور کاروبار جاری رکھ کر ملازمتیں برقرار رکھیں۔

(2) ادارے کے اغراض ومقاصد اور مشن کا ایک اعلامیہ تحریر کریں اور اُسے تمام ملازمین میں تقسیم کریں اور انتظامیہ اس اعلامیہ کے ساتھ اپنی مسلسل لگن اور وابستگی کا اعلان کرے۔

(3) جدت آمیز سوچ اپنایئے۔ جو اعلیٰ ترین سطح سے نچلے درجہ تک تمام ملازمین تک ہر کارکن میں پائی جائے۔ انتظامیہ بدلتے ہوئے حالات کا ادراک کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھائے اور لیڈرشپ کو تبدیلی کے لئے تیار کرے۔

(4) قیمت کی بنیاد پر امور طے کرنا ترک کرکے مجموعی پیداواری لاگت کم کرنے کی منصوبہ بندی کریں۔ خام مال مہیا کرنے والوں کے ساتھ وفاداری اور اعتماد وبھروسہ کے دیرپا تعلقات قائم کریں۔

(5) پیداوار اور خدمات کے نظام میں مستقل بنیادوں پر بہتری لائیں تاکہ پیداوار کا فروغ اور معیار میں بہتری برقرار رہے۔

(6) ملازمین کی تربیت کا انتظام کریں تاکہ ان کی مہارت میں پختگی آئے اور وہ ادارے کے قواعد وضوابط اور طریقہ کار کو سمجھنے میں انتظامیہ کی معاونت کریں۔

(7) قیادت فروغ دیں اور ملازمین اور کارکنوں کو سکھائیے۔انتظامی اور پیداوار کی نگرانی کارکنوں اور مشینوں کے لئے معاون ہونی چاہیے۔تمام کام مل جل کر کیا جائے تاکہ بہتر نتائج حاصل کئے جائیں۔

(8) لوگوں میں عدم تحفظ اور خوف وخدشات کو ختم کریں تاکہ ان کی کارکردگی بہتر ہو سکے۔ان کا اعتماد بڑھائیں اور نت نئے تجربات کے لئے سازگار ماحول بنائیں۔

(9) ادارے کے مختلف شعبوں کے درمیان رکاوٹوں کو دُور کریں اور ادارے کے اغراض ومقاصد اور اہداف کے ساتھ وابستگی اور کارکنوں کی کوششوں کے بارے میں بدگمانی سے گریز کریں۔

(10) مبالغہ آمیزی، بلند بانگ دعوؤں اور پندونصائح سے اجتناب کریں،کارکنوں کے سامنے پیداواری اہداف بھی نہ رکھیں۔

(11) پیداوار کے لئے اعدادوشمار کے اہداف مقرر کرنے کے بجائے کارکردگی میں بہتری کے طریقہ کار کا تعین کریں۔

(12) سالانہ درجہ بندی یا میرٹ اور ایسی رکاوٹیں دور کریں جو کارکنوں اور انتظامیہ کو فنکارانہ اور تخلیقی مہارت پر فخر کرنے سے محروم کر دیتی ہیں۔

(13) ادارے اور تنظیم کے ہر کارکن کے لئے بہتری اور تعلیم وترقی کا پروگرام نافذ کریں۔

(14) لائحہ عمل تیار کریں اور ادارے کے ہر کارکن میں تبدیلی کے عمل کو پایہء تکمیل تک پہنچانے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں۔

☆......☆......☆

ادارے اور تنظیم کا منشور

کسی بھی ادارے یا تنظیم کا مشن اعلامیہ یا منشور اس کے رہنماؤں کی اجتماعی بصیرت اور شعور کا مظہر ہوتا ہے۔ یہ اس ادارے یا تنظیم کی کلیدی اقدار کا مختصر مگر جامع اظہار بھی ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے ہمہ گیر بنایا جائے۔ منشور یا مشن اعلامیہ کو ادارے کے ہر فرد کی ذمہ داریوں کے تمام تر پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہیے۔ یہ اعلامیہ کچھ اس انداز کا ہوسکتا ہے۔

"ادارے سے وابستہ تمام انسانوں کی معاشی فلاح اور اُن کا معیارِ زندگی بہتر بنانا ہمارا منشور ہے۔"

منشور میں معاشی پہلو نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ دراصل بیشتر اداروں کے قیام کا مقصد معاشی مقاصد کے لئے ہوتا ہے۔ کاروبار یا ملازمت وہ ذریعہ ہوتا ہے جس سے لوگ اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرتے ہیں۔ ملازمت دولت پیدا کرنے اور اشیاء صرف بنانے کے لئے ہوتی ہیں تاکہ لوگ دولت اور اشیاء کو اپنی زندگی میں استعمال کرسکیں۔

لوگ معیارِ زندگی کے معاملات سے اس وقت تک نہیں عہدہ برا ہوسکتے جب تک معاشی طور پر فارغ البال نہ ہوں۔ بیشتر لوگ عمر بھر معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے

لئے کوشاں رہتے ہیں لیکن وہ اس میں کلی طور پر ناکام رہتے ہیں۔ادارے کے ایگزیکٹوز اور تنظیموں کے رہنماؤں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تمام کارکنوں اور ساتھیوں کے معیار زندگی پر پوری توجہ دیں۔زندگی کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے لازم ہے کہ لوگوں کی اپنے ادارے کے ساتھ وابستگی ہو اور ادارہ اُن کو اپنا سمجھے۔آگے بڑھنے کے لئے زندگی میں چیلنج ہوں تو لوگوں کی خفتہ صلاحیتیں نشو ونما پاتی ہیں۔انسانی وسائل کا بہت بڑا حصہ اپنی روزی کمانے کے لئے درکار صلاحیت، ذہانت، ہنرمندی اور پیش قدمی کی قابلیت سے زیادہ خصوصیات سے مالا مال ہے۔لیڈرز کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی صلاحیتوں کو پہچانیں اور بروئے کار لائیں۔لوگوں کی زندگی میں ایک مقصد ہونا چاہیے کیونکہ انسان دنیا میں ہر کام محض دولت کے لئے نہیں کرتا۔دولت کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ تو ہوسکتی ہے،خود کوئی مقصد نہیں ہوتی۔بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جن سے آپ کو فطری طور پر تسکین اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے جن کی کوئی معنویت ہوتی ہے۔مزید براں قائدین کے لئے یہ بات ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ یہ اعتراف کریں کہ نہ صرف اُن کے کارکنوں کی ضرورتیں ہیں بلکہ اُن کی صلاحیتیں بھی ہیں اور اگر اُن کی ضروریات میں سے کوئی ایک بھی پوری نہیں ہوئی تو اُن کی نظر انداز کی جانے والی قابلیت ادارے کے خلاف کام کرے گی۔

☆......☆......☆

مؤثر شخصیت کے کلیدی عناصر

ایک انسان کی مؤثر شخصیت، وقت کے منظم استعمال اور زندگی میں زبردست کامیابی کے لئے کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

(1) نظریۂ حیات:

کسی بھی فرد کا جو بھی نظریہ، حیات ہو، اُس کے بنیادی فلسفہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ نظریہ ٹھوس ہو، محض توجیہات پر مشتمل نہ ہو، اس نظریہ، حیات کے باعث آپ کے مقصدِ حیات میں سچا شعور پیدا ہو گیا ہو اور اس کی علامتیں آپ کی شخصیت میں نمایاں ہو رہی ہوں۔ آپ کو بیدار مغز، ہوشیار اور اصول پرست ہونا چاہیے۔ کردار کی اُن تمام کمزوریوں کا احساس کریں جو آپ کی ذات کو داغدار کرتی ہیں۔

(2) زرّیں اصول:

بغیر اصولوں کے زندگی ایسی ہی ہے جیسے کہ روح کے بغیر جسم۔ سچائی، دیانت داری اور خلوص نیت پر نظریہ، حیات اور مذہب کے بنیادی اصول ہیں۔ ان اصولوں کا ادراک اور احساس ہونا چاہیے لیکن اُن پر عمل اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اگر آپ دوسروں کو ان اصولوں کی نصیحت کریں گے اور خود اُن پر عمل نہیں کریں گے تو آپ پر کوئی شخص اعتبار نہیں کرے گا۔

(3) خلوصِ نیت:

کامیابی کے لئے علم اور عبادت ضروری ہیں لیکن یہ اگر خلوصِ نیت سے عاری ہوں تو پائیدار کامیابی نہیں ملے گی۔اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ خلوصِ نیت اور اخلاصِ عمل لازم وملزوم ہیں۔

(4) ذمہ داری کا احساس:

ہم میں سے ہر ایک اپنی ''رعایا'' کا نگران اور ذمہ دار ہے لیکن کیا ہمیں پورے شعور کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی ہے اور کیا ہم اپنی ذمہ داریوں کو پوری کوشش کے ساتھ نبھا بھی رہے ہیں، یہ سوالات اہم ہیں۔

(5) بہادری وجرأت:

مصائب ومشکلات کا شجاعت وثابت قدمی سے مقابلہ کرنا ہی بہادری وجرأت کہلاتا ہے۔ جو انسان نتائج پر کڑی نگاہ رکھے اور اُن کے پیش آنے سے متردّد ہو، مگر جب وہ وقوع پذیر ہوں تو وہ ثابت قدمی اور استقامت سے اُن کا مقابلہ کرے تو وہ بہادر ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر خطرے میں کود جائے بلکہ جرأت مند وہ ہے جو نتائج اور مضمرات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرے کہ اس خطرے سے بچنا بہتر ہے یا اس کا سامنا کیا جائے۔سخت مشکلات اور مصائب میں انسان کو اپنے حواس برقرار رکھنے چاہئیں اور اطمینانِ قلب سے صورت حال کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

(6) اعتدال پسندی:

ایک مؤثر شخصیت میں اعتدال پسندی اور میانہ روی اہم عناصر ہیں۔ یہ عناصر ذہنی سکون کے لئے بھی اور تعلقات و معاملات کے لئے بھی اہم ہیں اور یقیناً اخراجات کے لئے بھی کم اہم نہیں۔ الغرض اعتدال پسندی زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر صورت میں بڑی مفید اور کارآمد ثابت ہوئی ہے۔

(7) مستقل مزاجی و استقامت:

زندگی کے تمام معاملات میں مستقل مزاجی اور استقامت بالخصوص اصولوں پر عمل درآمد انسان کی شخصیت کو مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اپنے کاموں کو باقاعدگی اور ثابت قدمی سے کریں اور اصولوں پر عمل کرنے کی عادت ڈالیں۔

(8) حکمت و دانش:

حکمت، علم اور فہم و فراست کے مطابق کام سرانجام دینے کو کہا جاتا ہے۔ حکمت اس خوبی کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے معاملات کے درست اور غلط ہونے کی تمیز کرتا ہے۔ حکمت و دانش سے معاملہ فہمی، مردم شناسی، حسن تدبیر اور باریک بینی جیسی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ممتاز امریکی دانشور اور سیاستدان بینجمن فرینکلن نے اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تکمیل کے لئے 13 خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے:

(1) اعتدال پسندی: زندگی میں انسان اتنا کھائے کہ طبیعت میں بوجھل پن نہ آئے اور نہ بہت زیادہ پیو۔

(2) خاموشی: صرف وہی بات زبان پر لاؤ، جس سے تمہیں یا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچے، فضول باتوں سے گریز کرو۔

(3) نظم وضبط: تمام معاملات اور امور کو اُن کے مقامات پر رکھو اور اُن کی اہمیت کے مطابق وقت دو۔

(4) عزم وارادہ: جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں اُس کا پختہ ارادہ کرلیں اور اُسے پورا کیے بغیر نہ چھوڑیں۔

(5) دولت کا خرچ: پیسے خرچ کرو مگر جس سے دوسروں کو یا تمہیں فائدہ پہنچے، یعنی کوئی چیز ضائع نہ کرو۔

(6) محنت: وقت ضائع نہ کریں، ہر لمحہ کسی کام میں مصروف رہیں، غیر ضروری سرگرمیاں ختم کردیں۔

(7) دیانت داری: دھوکہ دہی، فریب اور جھوٹ سے گریز کریں۔

(8) میانہ روی: ہر معاملہ میں افراط وتفریط سے بچیں۔

(9) عدل وانصاف: اپنے فرائض سے کوتاہی نہ برتیں اور کسی کو دکھ پہنچا کر رنجیدہ نہ کریں۔

(10) صفائی ستھرائی: انسان کا جسم، لباس اور رہنے کی جگہ گندگی سے پاک ہونی چاہیے۔

(11) اطمینان قلب: معمولی معمولی واقعات سے، عام حادثات سے پریشان نہ ہوں۔

(12) عجز وانکساری: طبیعت میں عجز وانکساری اور خلوص ہونا چاہیے۔ غرور وفخر سے پرہیز کیا جائے۔

(13) پرہیزگاری: کردار کی پختگی اور برائیوں سے حتی المقدور پرہیز، اعلیٰ اخلاق کی نشانیاں ہیں۔ لالچ اور خودغرضی سے اجتناب بھی اشد ضروری ہے۔

☆......☆......☆

سُستی سے گریز اور جہدِ مسلسل

ایک کامیاب رہنما عزم مصمم اور مستحکم ارادہ کا مالک ہوتا ہے۔ وہ جس کام کو شروع کرتا ہے وہ اُسے پایہ تکمیل تک پہنچانے سے کم تر کسی بات پر سمجھوتہ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس عام لوگ زندگی کے معمولی سے معمولی کاموں کو بھی اپنی سستی اور تساہل کے باعث عرصہ دراز تک لٹکاتے رہتے ہیں اور زندگی اسی ٹال مٹول میں گزر جاتی ہے اور بعض اوقات اہم معاملات میں تساہل برتنے سے انسان زبردست نقصان یا مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ سستی ایک ایسی خامی ہے جس کی متعدد وجوہات ہیں: اپنی زندگی کے متعلق مقاصد کا واضح نہ ہونا، اہم معاملات کے بارے میں شعور کی کمی، ترجیحات کا متعین نہ ہونا، ناکامی کا خوف، اپنے بارے میں مبالغہ سے کام لینا، کام دیگر لوگوں کو سپرد نہ کرنا اور ارادے کی کمزوری وغیرہ۔ سستی اور کاہلی پر قابو پانے کے لئے مسلسل کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

منصوبہ سازی:

زندگی کے ہر شعبہ میں پہلے سے سوچنا اور اس کی منصوبہ بندی کرنا نہ صرف حکمت عملی کا حصہ ہے بلکہ کامیابی کی شرائط میں سے ایک ہے۔ منزل پر پہنچنے کے لئے

ایک لائحہ عمل یا ایکشن پلان تیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔اس لائحہ عمل میں تمام تر تفصیلات یا جزیات طے کرنی چاہیے تا کہ عمل درآمد کے دوران مشکلات پیش نہ آئیں۔

جائزہ:

انسان کو دوسروں کی رہنمائی سے پیشتر اپنی ذات اور اپنے ضمیر کا جائزہ بھی لینا چاہیے اور انتہائی ایمانداری اور غور و فکر کے ساتھ اُن افعال کی فہرست تیار کرنی چاہیے جس میں وہ سستی اور تساہل کے باعث غفلت برت رہا ہوتا ہے۔
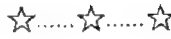
سستی سے نجات پانے کیلئے تجاویز

صبح وشام منصوبہ بندی:

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی سوچ، طبیعت اور مزاج کے مطابق صبح اور شام چند گھڑیاں نکال کر اپنی زندگی کے متعلق سوچے اور اپنے روّیے کے بارے میں غور کرے۔ صبح وشام کا یہ جائزہ اس کے حق میں بلاشبہ انتہائی سودمند ثابت ہوگا اور وہ آہستہ آہستہ سستی سے نجات پالے گا۔

واضح اہداف:

انسان جو اہداف حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ واضح ہونے چاہئیں لیکن اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اُن کو بتدریج حاصل کرنے کے لئے اس کے چھوٹے چھوٹے حصے کرلے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اپنے کاموں میں گھر کے افراد اور اپنے ادارے کے ساتھیوں سے مکمل تعاون بھی حاصل کرے۔

تواتر وتسلسل:

انسان جو کام بھی کرے اس پر استقامت سے قائم رہے اور اس میں تواتر اور تسلسل برقرار رکھے، کسی معمولی کامیابی پر اکتفا کرکے بیٹھ نہ جائے اور مسلسل جدوجہد اورکوشش میں لگا رہے۔

عملیّت پسندی:

کامیابی کے لئے لازم ہے کہ انسان اپنے کاموں اور معاملات کو بہت زیادہ نہ پھیلائے اور نہ ہی غیر ضروری ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر لادے۔ کامیابی کے تصور کو واضح رکھنا چاہیے اور دنیا کو زیادہ جمع نہ کریں اور لالچ وحرص سے گریز کرنا چاہیے۔ جو لوگ اپنی ہمت اور طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھاتے ہیں وہ ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ترجیحات کا تعین:

اپنی ترجیحات انسان خود متعین کر سکتا ہے۔ کام کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کوئی دوسرا شخص کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا۔ اپنے ذہن اور اعصاب پر غیر معمولی بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

مدت کا تعین:

ایک کامیاب رہنما ہر کام کے لئے ایک مدت کا تعین کرتا ہے۔ اگر انسان کسی کام کے لئے وقت مقرر نہیں کرتا تو اس کام کا پایہ تکمیل تک پہنچنا بسا اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت میں اگر ایک مخصوص ڈیڈ لائن مقرر کی گئی ہو تو انسان دباؤ کے باعث کئی گنا زیادہ کام کر لیتا ہے۔

مناسب وقت ویکسوئی:

ہر انسان بعض مخصوص اوقات میں زیادہ یکسوئی اور مستعدی سے کام کر سکتا ہے۔

اُسے چاہیے کہ وہ اہم کام انہی اوقات میں کرے، کچھ لوگ علی الصباح اعلیٰ درجہ کی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کچھ رات گئے یکسوئی سے کام کرتے ہیں۔

التواء اور ٹال مٹول:

انسان کو چاہیے کہ وہ مناسب وقت کے انتظار میں اپنے کاموں کو ملتوی نہ کرے، ناکامی اور سست رفتاری سے نہ گھبرائے، یاد رکھیں چراغ اندھیرے میں ہی جلتے ہیں۔ ناکامی کامیابی کا زینہ ہے۔اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

کوشش اور چیلنج:

چیلنجز اور مشکلات کا مقابلہ پامردی اور جرأت سے کرنا سیکھیں۔مشکل کاموں سے جی نہیں چرانا چاہیے۔کوشش انسان کا ہتھیار ہے، نیک نیتی سے کام شروع کریں، محنت اور لگن انسان کو بڑی سے بڑی مشکل پر قابو پانے میں مدد دیتی ہیں۔

فرصت کے لمحات:

انسان اپنی زندگی کا بیشتر حصہ فضول اور لغویات میں ضائع کر دیتا ہے حالانکہ چھوٹے چھوٹے اوقات میں بہت سے کام سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔ خط وکتابت کی جاسکتی ہے، امتحانات کی تیاری ہوسکتی ہے،طویل عرصے سے التواء کا شکار کام سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔

ذمہ داریوں کی تقسیم:

تمام فرائض سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے لازم ہے کہ اپنے ادارے کے

ساتھیوں اور ماتحتوں کو تیار کیا جائے، اُنہیں کام سکھایا جائے اور ذمہ داریاں ان کے حوالے کی جائیں اور اگر کہیں کوئی کمی یا غفلت نظر آئے تو شائستگی کے ساتھ اس کی نشاندہی کریں اور دُور کرنے کی کوشش کریں۔مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت کامیابی کی منزل آسان کر دیتی ہے۔

ذات پر توجہ:

اپنی کھوئی ہوئی توانائیاں بحال کرنے کے لئے اپنے تفریح کے اوقات کو پہچانیے اور اُن سے لطف اندوز ہوں، محض کام میں دن رات نہ مشغول رہیں اور دوسرے کے معاملات میں خود کو اتنا ملوث نہ کریں کہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو بھلا بیٹھیں۔

☆.....☆.....☆

کیریئر پلاننگ یا منزل کا تعین

ہر انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی منزل کا تعین کرے اور پھر اس کے حصول کے طریقہ کار اور تدابیر کا علم حاصل کرے۔منزل کے حصول کے لئے ایک سے زیادہ راہیں ہوسکتی ہیں اب یہ اس کا کام ہے کہ وہ اپنے وسائل اور توانائیوں کو مدنظر رکھ کر اور راستے کی مشکلات کا جائزہ لے کر کسی ایک راہ کا انتخاب کرے۔لیکن کٹھن راستہ اور مشکلات سے دل برداشتہ ہونے کے بجائے عزم وارادہ کو مستحکم کرے۔بچوں کی منزل کا تعین یا ان کے کیریئر کا انتخاب زندگی کا اہم مرحلہ ہوتا ہے۔اس کام میں والدین اور اساتذہ کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

کیریئر کے انتخاب میں بچوں کی دلچسپیوں کو مدنظر رکھا جانا اشد ضروری ہے اور اس سے رجحان کا اندازہ ابتدائی تعلیم کے دوران ہی کیا جاسکتا ہے۔تاہم والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر اور اساتذہ کرام اسکول میں بچوں سے بات چیت کریں اور اس سلسلہ میں مختلف شعبوں میں قابل رہنماؤں سے مشاورت بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔لیکن یہ خیال رہے کہ بچوں کے شوق اور رجحان کے بارے میں پتہ چلایا جائے۔ان پر اپنی خواہشات اور احکامات مسلط کرنے سے گریز کریں۔مگر مختلف پیشوں کے فوائد اور نقصانات سے آگاہ کرنا اور رہنمائی بھی لازم ہے۔مزید براں بچے کے فطری رجحانات معلوم کرنے کیلئے اُسے مختلف مقامات پر لے جایا جائے جہاں وہ مختلف پیشوں سے وابستہ لوگوں کو کام کرتا دیکھے اور اپنے لئے مناسب منزل کا تعین کرسکے۔گرمیوں اور موسم سرما کی چھٹیوں کے دوران پارٹ ٹائم کام کرنے سے بھی طالب علموں کے رجحانات کا

جائزہ لینے میں مدد مل سکتی ہے بچوں کو اسکول سے فراغت کے بعد مختلف سماجی فلاحی کاموں میں مشغول کر کے بھی اُن کے میلانات معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

بعض والدین اپنی ناتمام خواہشات کی تکمیل اپنے بچوں کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں۔ بچہ اگر یہ کہتا ہے کہ وہ فوجی بنے گا تو ماں باپ کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ وہ ڈاکٹر یا انجینئر بنے۔انہیں بچے کے رجحانات کا علم نہیں اور وہ جذباتی ہو کر سوچ رہے ہوتے ہیں۔ ادھر بچہ بھی اپنے والدین کو ناراض نہیں کرنا چاہتا اور ایسی صورت میں وہ ایک تیسرا پیشہ اختیار کر لیتا ہے جس سے دونوں فریقوں کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسی صورتحال درپیش ہو تو سمجھ بوجھ اور افہام و تفہیم سے کام لینے کی ضرورت ہے۔اس کے علاوہ بعض بچوں میں کاروباری رجحان ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر کسی قسم کی پابندی برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ایسے بچوں کو مختلف جگہوں پر کام کرنے کا موقع فراہم کریں اس سے آپ کو اُس بچے کے رجحانات کا مطالعہ کرنے میں مدد ملے گی۔

خواتین اور لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں بھی سوچ میں توازن کی ضرورت ہے۔ ماں باپ کو چاہیے کہ وہ لڑکیوں کو ایسے شعبوں میں تعلیم دلوائیں کہ وہ مشکل حالات میں اپنے خاندان کے لئے روزی کما سکیں۔ٹیچنگ، نرسنگ اور طب ایسے شعبے جہاں خواتین کے کام کرنے کی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ملبوسات، سلائی کڑھائی، کمپیوٹر وغیرہ بھی خواتین کے لئے مناسب کیریئر ثابت ہو سکتے ہیں۔

حرفِ آخر کے طور پر میں یہ کہوں گا کہ زندگی کے کسی موڑ پر اگر کیریئر میں تبدیلی کرنا ضروری ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔جو لوگ سوچ سمجھ کر راستہ بدل لیتے ہیں وہ عاقبت اندیش ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

کامیابی کی راہ

کسی بھی شعبہ کے انتخاب کے بعد انسان کو اس پر کامیابی سے گامزن ہونا ہوتا ہے اس سلسلہ میں درج ذیل ذاتی صلاحیتیں اور خصوصیات اس کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتی ہیں:

(1) بات چیت: مردم شناسی اور بات چیت کا ہنر انسان کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اپنے سے زیادہ تجربہ کار اور قابل لوگوں سے معلومات حاصل کرنا اور اپنے ہم منصب اور ماتحت لوگوں کے ساتھ مل جل کر کام کرنا درحقیقت بات چیت کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

(2) تحریک کی طاقت: خود کو ہر وقت سرگرم رکھنا اور تنظیم یا ادارے کے مشترکہ نصب العین کو مدنظر رکھ کر تمام متعلقہ لوگوں کو متحرک رکھنا اشد ضروری ہے۔

(3) وقت کا بہترین استعمال: زندگی کے ایک ایک لمحے سے کام لینے کی صلاحیت اور موثر طور پر کام سرانجام دینے سے کامیابی انسان کے قدم چومتی ہے۔

(4) **فیصلہ کرنے کی صلاحیت:** تمام معاملات کو جذبات سے ہٹ کر منطق اور استدلال کے ساتھ جانچنے اور اجتماعی مفادات کے پیش نظر فیصلہ کرنے کی کوشش ازحد ضروری ہے۔

(5) **منصوبہ سازی اور نگرانی:** ادارے کے لوگوں کی صلاحیتوں، وسائل اور درپیش کام کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ سازی اور اس کی نگرانی کا طریقہ کار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

(6) **ذمہ داریوں کا تفویض:** ادارے یا تنظیم کے تمام ارکان کی صلاحیتوں کو سمجھ کر، انہیں مناسب تربیت دے کر کام سونپنے کی قابلیت بھی کامیابی کی شاہراہ پر مدومعاون ثابت ہوتی ہے۔

(7) **یکسوئی وانہماک:** کام کو ارتکاز توجہ اور یکسوئی سے کرنا چاہیے۔ یکسوئی سے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔

(8) **مہارتوں میں ترقی:** آئے دن سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے پیش نظر لازم ہوگیا ہے کہ انسان اپنی معلومات میں مسلسل اضافہ کرے ورنہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے گا۔

☆.....☆.....☆

شخصیت کے فکری عناصر

(1) مثبت سوچ:

مثبت اندازِ فکر، خوش گمانی اور حُسنِ ظن انسان کی شخصیت کی ترقی کیلئے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔سوچ کا یہ انداز انسان کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر طاقت اور توانائی فراہم کرتا ہے۔مثبت سوچ کا حامل شخص مشکل حالات اور مصائب میں بھی امیدوار اچھائی کے پہلو تلاش کرتا ہے اور وہ مشکلات کو کامیابی کے مواقع سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس منفی سوچ رکھنے والا شخص مایوسی، احساس کمتری اور قنوطیت کا شکار ہوتا ہے اور ہر وہ زمانے کی زیادتیوں کا رونا روتا رہتا ہے۔

(2) اطمینان قلب:

قدرت نے ہر انسان کو بے شمار خوبیوں سے مالا مال کیا ہے، ان خوبیوں کے مثبت استعمال سے انسان کو اطمینان قلب اور سکون حاصل ہوتا ہے۔اسی طرح بہترین صلاحیت کے حامل لوگوں سے معمولی معمولی کام لینا بھی درست نہیں۔اس سے مایوسی اور احساس محرومی بڑھتی ہے اور لوگ بددل ہوکر ادارے چھوڑ کر دوسری تنظیموں میں چلے جاتے ہیں۔انسانی وسائل کو مناسب طور پر استعمال کرنا ضروری ہے۔

(3) تجزیاتی قابلیت:

حالات و واقعات کا ٹھنڈے دل سے تجزیہ کرنا، ان کے اسباب اور عواقب و مضمرات پر غور کرنا اور اُن کی روشنی میں لائحہ عمل تیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

(4) عزم وارادہ:

محض ارادہ یا عزم کرنے سے ہی کامیابی نہیں مل جاتی بلکہ اس پر عمل کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔انسان کو مصائب اور نامساعد حالات سے ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ یہ تو انسان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا سبب بنتی ہیں۔انسان کو خلوصِ نیت کے ساتھ کوشش لازماً کرنی چاہیے اور بُرائی کے بدلے میں بُرائی نہ کریں بلکہ مکافاتِ عمل کا انتظار کریں۔

(5) محنت ومشقت:

اس دنیا میں کسی بھی کام کو سرانجام دینے کے لئے محنت درکار ہے۔انسان میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ اپنی محنت اور قابلیت کا درست اندازہ لگائے اور اپنے معاملات کی صحیح تیاری کرے اور تمام کام ذمہ داری کے احساس کے ساتھ سرانجام دے۔

کامیاب رہنما کا اندازِ تکلم

ہم میں سے بیشتر لوگ معاشرے میں بے مقصد سیاسی، معاشرتی اور فضول گفتگو کا شکار ہیں جس میں بے انتہا وقت اور توانائی ضائع ہوتی ہے اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات یہ گفتگو اختلافات اور بدمزگی پر منتج ہوتی ہے۔ایک رہبر و رہنما کے لئے ضروری ہے کہ وہ بات کرنے سے پہلے تولے اور پھر بولے اور بے مقصد گفتگو سے پرہیز کرے۔بے ضرورت سوال و جواب نہ کرے۔مزید برآں لاعلمی اور جہالت پر مبنی باتوں سے کہیں بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کرے کیونکہ فضول باتوں سے انسان کی شخصیت کے بارے میں اچھا تاثر قائم نہیں رہتا۔

گفتگو کے دوران منہ بنا کر، تکلف کے ساتھ مشکل اور دقیع الفاظ کے جا بجا استعمال سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اصل مدعا بھی بیان ہونے سے رہ جاتا ہے اور ابلاغ ہو نہیں پاتا۔اسی طرح گالم گلوچ اور فحش گوئی سے بچنا بھی لازم ہے۔لعنت و ملامت اور طنز کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ہر وقت کے ہنسی اور مذاق سے بھی انسان اپنا احترام اور وقار کھو بیٹھتا ہے کسی شخص کے راز بیان کرنے اور اس کی خفیہ باتوں کے تذکرے سے مذکورہ آدمی کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔راز ایک امانت کی طرح ہوتا ہے جس کی حفاظت کی جانی چاہیے۔دوسروں کے عیب تلاش کرنا اور غیبت کرنے سے تو ہمارے مذہب میں بھی سختی سے روکا گیا ہے۔اگر انسان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تو خاموشی اختیار کی جائے ،اس سے انسان کی کمزوریوں اور کم علمی پر پردہ پڑا رہتا ہے۔

☆......☆......☆

ادارے میں پرسکون اور خوشگوار ماحول

کسی ادارے یا دفتر میں انسان جو کچھ کرتا ہے اس میں بہت سا وقت انسانی تعلقات پر صرف ہوتا ہے۔اُسے عام طور پر روزانہ آٹھ گھنٹے دفتر میں گزارنے ہوتے ہیں تو اس صورت میں انسانی تعلقات کونظرانداز نہیں کیا جاسکتا اس لئے ضروری ہے کہ انسانی تعلقات کو بہتر بنایا جائے۔ان میں سے چند مؤثر تراکیب یہاں پر پیش کی جارہی ہیں:

اندازِ فکر:

ادارے، تنظیم یا گھر کا ماحول بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے شروع کرے اور منفی اندازِ فکر سے بچے اور مثبت سوچ اپنائے۔ یہ سوچیں کہ زندگی میں کسی چھوٹی مشکل کی بدولت آپ کسی بڑی مصیبت یا پریشانی سے بچ گئے ہوں۔ اگر آپ کی ترقی نہیں ہورہی تو اس طرح آپ کو زیادہ سیکھنے اور آگے بڑھنے کا موقع مل گیا ہو۔حالات سے مت گھبرایئے یہ تو ''اونچا اڑانے کے لئے'' ہوتے ہیں۔زندگی میں فرار اور واک آؤٹ مت کریں۔عظیم تر مفاد اور روشن پہلو کو سامنے رکھیں۔

ادارہ آپ کا محتاج نہیں:

اس حقیقت کو جتنا جلدی تسلیم کریں گے کہ نہ آپ کا دفتر آپ کا محتاج ہے اور نہ آپ کو کسی کی ضرورت ہے۔ دفتر کے ماحول میں جو کچھ کرنا ہے وہ مشترکہ طور پر ٹیم ورک کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

حکمت ودانش:

ادارے یا دفتر کی زندگی میں اپنے موقف کو منوانے کے لئے سمجھ بوجھ اور عقل مندی سے کام لیں۔ کوئی شخص آپ کی شخصیت کی دھمکی اور رعب سے متاثر نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسا رویہ اختیار کرنے سے آپ کو آگے چل کر نقصان ہوگا۔

خوش اخلاقی:

دوسروں سے خوش اخلاقی اور خوش مزاجی سے کام لیں اُن سے بار بار ناراض مت ہوں اور نہ ہی ہر بات پر الجھیں ورنہ آپ دفتر میں ہر شخص کے مذاق کا نشانہ بن جائیں گے۔

میانہ روی اور نرم گفتاری:

ادارے، تنظیم یا دفتر میں نرم گفتاری اور اطمینان وسکون کے ساتھ کام کریں، چیخ وپکار اور ہنگامہ کرنے کی عادات ترک کرنا ہوں گی بصورت دیگر لوگ آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کردیں گے۔ حسن سلوک اور شائستگی کے ساتھ بات چیت کو ہر شخص پسند کرتا ہے اور آپ کا گرویدہ بن جاتا ہے۔

دوسروں کو سنیے:

جو شخص بھی آپ سے بات کرنا چاہے اس کو سمجھنے اور سننے کی کوشش کریں اور اُسے احساس دلائیں کہ آپ اُس پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔اُسے خوفزدہ کرنے کی کوشش سے گریز کریں۔اگر کوئی بری یا ناپسندیدہ خبر سنائی جائے تو اُسے بُرا بھلا یا منحوس نہ کہیں۔خواہ مخواہ کے مطلب اخذمت کریں۔تلخ باتوں کے جواب میں جذباتی ہوکر فوری طور پر جواب دینا شروع نہ کریں۔بات کو صبر وتحمل اور حوصلے سے سنیئے۔اہم نکات نوٹ کرتے رہیں۔

حوصلہ اور ضبط وتحمل:

اپنے گھر والوں، دوست احباب اور دفتر کے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑے سے گریز کریں بلکہ انہیں سمجھنے کی کوشش کریں۔اُن کی کامیابی کی صورت میں انہیں خلوصِ دل سے مبارک باد پیش کریں، حسد اور جلن کے بجائے رشک اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں۔

غلطی کا اعتراف:

غلطی کسی بھی انسان سے ہوسکتی ہے۔جب آپ سے کسی معاملہ میں غلطی ہوتو وُسعتِ دل کے ساتھ اس کا اعتراف کریں اور غلطی کو درست ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔اعتراف کی صورت میں یقیناً دوسرے لوگ آپ کا زیادہ احترام کریں گے۔

تنقید برائے تنقید:

ایک قابل اور باصلاحیت انسان کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں بالخصوص اپنے ساتھیوں اور ماتحت و معاونین پر بلاوجہ تنقید اور نکتہ چینی سے حتیٰ المقدور گریز کرتا ہے۔ محض تنقید کے ذریعہ خود کو برتر یا اپنی موجودگی کا احساس دلانے سے بھی پرہیز کریں۔ بلکہ ایک رہنما کا کردار تو ایسا ہونا چاہیے کہ دوسرے لوگ اُس سے متاثر ہوکر اپنے رویہ اور اپنی کارکردگی کو بہتر بنائیں اور خلوصِ دل اور لگن کے ساتھ تنظیم یا ادارے کے لئے کام کریں۔

ختم شد

A KEY TO SUCCESS